مرکز احیاء الفکر الاسلامی کا دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ

نقوش اسلام

Issue.No. 3	مئی ۲۰۰۸ء (May,2008) ربیع الثانی / جمادی الاول ۱۴۲۸ھ	VOL.No. 3

زیر سرپرستی

- مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
- ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری
- عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوری

مجلس مشاورت

- مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
- مولانا محمد عامر صدیقی ندوی
- مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی
- مولانا محمد احمد صالح جی
- مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی
- مولانا حافظ قاری محمد ایوب
- الحاج موسیٰ بھائی درسوت
- مولانا محمد اختر قاسمی

مجلس ادارت

- مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی
- مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری
- مولانا حمید اللہ قاسمی کبیرنگری

چیف ایڈیٹر
محمد مسعود عزیزی ندوی

مدیر انتظامی
حافظ عبدالستار عزیزی

مدیر معاون
ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے
فی شمارہ .... ۱۰؍روپے
سالانہ .... ۱۰۰؍روپے
خصوصی .... ۳۰۰۰؍روپے
ایشیائی، یورپی افریقی وامریکی ممالک کے لیے ۲۰؍ڈالر

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

NUQOOSH-E-ISLAM
MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.247129
(U.P)INDIA.Ph.0132.2775452.Cell.09719831058

ماہنامہ ”نقوش اسلام“ مظفرآباد، سہارنپور 247129 (یوپی) انڈیا

PRINTER, PUBLISHER AND OWNER MOHD.MASOOD AZIZI NADVI
PRINTED BY UNION PRINTING PRESS DEOBAND SAHARANPUR PUBLISHED AT
VILL& P.O.MUZAFFARABAD DISTT.SAHARANPUR (U.P) EDITOR:MOHD.MASOOD AZIZI NADVI

npage24\A017 not found.
Border\BISMIL01\001. not found.
npage24\A017 not found.

اس شمارے میں

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ		۳
مولانا انظر شاہ کشمیری......	محمد مسعود عزیزی ندوی	
جائزہ		۶
مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی......	مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی	
تاریخ کے دامن سے		۱۰
انیّس نامور مسلمان سائنسداں	محمد زکریا ورک (کنگسٹن کینیڈا)	
مسائل وفقہ		۱۴
امامت کے مسائل اور احکام	محمد مسعود عزیزی ندوی	
پس منظر		۲۳
انصاف، عدالتیں اور دار القضاء	مولانا محمد ولی رحمانی مونگیر بہار	
تجزیہ		۲۷
دار الاسلام اور دار الکفر	مولانا محمد حذیفہ اکل کوا مہاراشٹر	
حقائق		۳۰
دہشت گردی اور اسلام	مولانا محمد شمشیر عالم سہارنپور	
ترغیب		۳۴
ذکر اللہ کی اہمیت	محترمہ شگفتہ سعید زہراوی، مظفرآباد	
سیرت وسوانح		۳۶
حضرت سید شاہ انور حسین نفیس......	محمد مسعود عزیزی ندوی	
صدائے دل		۳۹
خطبہ استقبالیہ	مولانا کبیر الدین فاران	
اصلاحیات		۴۲
دنیا کی محبت اور زندگی کی خواہشات	مولانا محمد عمر مجاہد قاسمی مجاہد پوری	
تبصرے		۴۶
نئی کتابوں پر تبصرہ	حافظ عبدالستار عزیزی	
حالات حاضرہ		۴۷
عالمی خبریں	حافظ عبدالستار عزیزی	
اشتہار		۴۸
تعمیر مسجد و درس گاہیں	ادارہ	

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لئے شرح اشتہار

ٹائٹل صفحہ آخر رنگین (فل سائز)............	۳۰۰۰
// // اول اندرونی // //	۲۵۰۰
// // آخر اندرونی // //	۲۰۰۰
صفحہ اندرونی (فل سائز)	۱۰۰۰
آدھا صفحہ اندرونی	۶۰۰
۱/۴ صفحہ //	۴۰۰

وضاحت

نقوش اسلام کے اپریل کے شمارے کے صفحہ ۲۵ ر پر مولانا حمزہ حسنی ندوی کو غلطی سے مولانا نثار الحق صاحب کا خلیفہ لکھا گیا ہے، جب کہ مولانا حمزہ حسنی کو صوفی انعام اللہ صاحب نے خلافت دی اور مولانا حمزہ حسنی ندوی نے مولانا نثار الحق صاحب ندوی کو خلافت عطا فرمائی تھی، ادارہ اپنے قارئین سے اس غلطی پر معذرت خواہ ہے۔ (ادارہ)

E.mail:masood_azizinadwi@yahoo.co.in -------- nuqooshe_islam@yahoo.co.in

پرنٹر پبلیشر محمد مسعود عزیزی ندوی نے یونین آفسٹ پریس دیوبند میں طبع کرا کے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفرآباد سے شائع کیا

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائیننگ: عزیزی کمپیوٹر سینٹر، مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)

نوادر

بلند پایہ عالم دین

مولانا انظر شاہ کشمیری علیہ الرحمۃ

محمد مسعود عزیزی ندوی

مولانا انظر شاہ کشمیری علیہ الرحمہ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز ترین فضلاء میں سے تھے، وہ ایک علمی خانوادے کے چشم و چراغ، تفسیر وحدیث کے بلند پایہ استاذ، سلجھے ہوئے خطیب اور معروف عالم دین تھے، اللہ تعالی نے ان کو علم وفکر کے ساتھ ساتھ بلا کی ذکاوت وذہانت بھی عطا کی تھی، ان کے خطاب کا انداز نہایت ہی البیلا اور نرالا، گفتگو کا انداز نہایت ہی سنجیدہ اور متوازن تھا، ان کی عام باتوں سے بھی پھول ہی جھڑتے تھے، بلکہ عام باتیں کیا ہوتیں ان کی زندگی کے تجربات ہوتے جو پھولوں کی لڑی کی طرح مرتب اور مسحور کن ہوتے تھے، اور سننے والا ان سے لطف اندوز ہوتا تھا، فکر وتدبر کے گہرے سمندر کی طرف اپنے خیالات کو منتقل کرتا تھا اور سوچنے وغور کرنے کی نئی راہ اختیار کرتا تھا، تحریر ان کی شگفتہ، دلکش، جاذب نظر، علمی اور ادبی پہلو لئے ہوتی، پڑھنے والا لطف لیتا اور تحریر کی چاشنی اور لذت وحلاوت محسوس کرتا اور عش عش کرتا رہ جاتا۔

مولانا انظر شاہ کشمیری عالم اسلام کی مشہور ومعروف علمی شخصیت حضرت علامہ انور شاہ کشمیری علیہ الرحمہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے، اپنے والد حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کی وفات کے وقت ۱۹۳۲ء میں تقریباً ۴؍سال کے تھے، والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھنے پر جنوبی افریقہ کے میاں خاندان نے آپ کی پرورش وپرداخت میں اہم حصہ لیا، اور بھی بہت سے لوگوں نے آپ پر دست کرم رکھا، اور بڑے باپ کے بیٹے ہونے کی حیثیت سے سبھوں نے آپ کی طرف نگاہ کرم کرنا اپنے لیے سعادت مندی ونیک بختی کی بات سمجھا، اس طرح آپ کی تعلیم وتربیت بھی بڑے اچھے انداز سے ہوئی، اکابر علماء مثلاً شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، شیخ الادب مولانا اعزاز علی اور حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب جیسے اساطین علم وادب کی آپ کو توجہات حاصل رہیں، جس کی بنا پر آپ اپنے والد کے سچے جانشین بن گئے۔

مولانا انظر شاہ کشمیری نے فراغت کے بعد ۱۹۲۵ء میں مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں اپنے علمی سفر کو جاری رکھا اور تشنگان علوم نبوت کو سیراب کرنے میں مشغول ہو گئے اور ابتدائی درجات سے لے کر انتہائی درجات تک عندلیبان چمن کو سیراب کرنے کا آپ کو موقع ملا، اس طرح تقریباً گزشتہ ۵۵؍سال سے دارالعلوم دیوبند اور اس کے بعد وقف دارالعلوم میں تفسیر وحدیث کا درس دیتے رہے، شاہ صاحب تقریباً ۳۰؍سال سے مستقل بخاری شریف کا بھی درس دے رہے تھے، ان کے شاگردوں کی تعداد بھی ہزاروں

ہے، جو دینی وملی خدمات میں مصروف ہیں، شاہ صاحب اس وقت علماء دیوبند کی فہرست میں سرکردہ اور ممتاز علماء میں بھاری بھرکم علمی شخصیت شمار ہوتے تھے۔

مولانا انظر شاہ کشمیری نے اپنی خدمات کو صرف درس وتدریس تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ انہوں نے تصنیف وتالیف کا میدان بھی اپنایا اور اس باب میں متعدد علمی، ادبی اور اہم وقیع تصانیف یادگار چھوڑیں، اس کے ساتھ دعوت وتبلیغ اور خطابت وصحافت کو بھی اختیار کیا، اس کے لیے دنیا کے بہت سے ملکوں میں سفر کئے اور اپنے البیلے اور خطیبانہ انداز سے ہزاروں کو اپنا گرویدہ اور عاشق زار بنالیا، صحافت میں حصہ لیا تو متعدد رسائل کی اپنی ادبی تحریروں سے وقعت اور اہمیت بڑھائی اور اخیر میں چند سال سے اپنا ایک رسالہ ''محدث عصر'' کے نام سے نکال کر امت وملک کے مسائل پر بے لاگ تبصرہ کیا اور اپنے قارئین کو نئی راہ دکھائی، سوچنے کا ایک انداز بھی دیا اور حقائق کو ملت کے سامنے پیش فرمایا، باقیات الصالحات میں اپنے لیے صدقہ جاریہ کے طور پر اور امت کے نونہالوں کی تعلیم وتربیت کے لیے ایک ادارہ ''معہد الانور'' کے نام سے قائم کیا جو قدیم وجدید کے سنگم کے ساتھ روبہ عمل اور ترقی کی راہ پر گامزن ہے، اس کے ساتھ اپنی سیاسی بصیرت کی بنا پر وہ کانگریس اتر پردیش کے نائب صدر کے عہدے پر بھی فائز رہے اور دوسرے کئی اہم ملی اداروں کے صدر و سرپرست بھی رہے۔

شاہ صاحب زندگی بھر تندرست اور صحت مند رہے اور انہوں نے اپنی صحت کے لئے انتہائی احتیاط و پرہیز کا معاملہ کیا اور صحت کے اصولوں پر عمل کیا، اس لیے وہ روزآنہ فجر کے بعد ٹہلنے کے عادی تھے، موسم کوئی بھی ہو مگر ان کے نظام اور اصول میں کوئی فرق نہیں آتا تھا، ایک عرصہ سے وہ بیمار تھے، ان کے جگر اور گردوں نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا، اور وہ مالک حقیقی کی طرف سے بلاوے کے منتظر تھے، چنانچہ انھوں نے ۲۶ /اپریل کی صبح ۱۰/بجکر ۲۰/منٹ پر داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے پروردگار کے حضور حاضر ہوگئے۔

جنازہ دیوبند لایا گیا، اور عشاء کی نماز کے بعد ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں مزار انور میں اپنے والد محترم کے پہلو میں سپرد خاک کردیئے گئے اور ملت اسلامیہ ہندیہ ہمیشہ ہمیش کے لیے ایک علمی چشمے سے محروم ہوگئی، اللہ تعالی امت کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے اور ہمیں اپنے پاک لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

راقم سطور نے -سن وتاریخ تو یاد نہیں- طالب علمی کے زمانہ میں مدرسہ عالیہ عرفانیہ لکھنؤ میں مولانا کا ایک بیان سنا، بیان کے بعد مولانا کے ساتھ مجلس میں بیٹھنے کا بھی اتفاق ہوا، اس کے بعد ۶ /دسمبر ۲۰۰۶ء میں مولانا کو اپنے ادارہ مرکز احیاء الفکر الاسلامی میں تشریف لانے کی دعوت بھی دی، چنانچہ مولانا اپنے ایک وفد کے ساتھ تشریف لائے اور جامعہ فاطمہ الزہراء للبنات میں ''جامع ترمذی'' کا افتتاح کرایا اور پرمغز خطاب کیا، اس کے بعد جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ میں حدیث کی ایک کتاب ''تہذیب الاخلاق'' کا افتتاح فرمایا اور جامع خطاب فرمایا، پھر کھانا کھا کر مندرجہ ذیل تأثرات لکھ کر تشریف لے گئے:

آج مورخہ ۳/ذی قعدہ ۱۴۲۶ھ کو مکرمی جناب مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی سلمہ اللہ ناظم مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور کے زیر اہتمام ''جامعۃ فاطمۃ الزہراء للبنات'' اور ''جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ'' میں حاضری ہوئی ، دونوں درسگاہوں میں حدیث شریف کے اسباق کے افتتاح کے موقع پر احقر نے حدیث، علم حدیث اوراس کی اہمیت وافادیت کے حوالے سے گفتگو کی۔

ماشاء اللہ دونوں ہی درسگاہوں کی عمارتیں سلیقہ کی ہیں، صفائی ستھرائی کا بھی عمدہ نظام نظر آیا، بنات کی درس گاہ میں عالمیت تک کی تعلیم ہورہی ہے، جب کہ لڑکوں کی درسگاہ میں عربی پنجم تک کی تعلیم کا نظم ہے، یہ دونوں درسگاہیں جواں سال فاضل عزیز مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی کے انتظام میں مصروف کار ہیں، حق تعالی دونوں درسگاہوں کو مقبولیت عامہ سے سرفراز کرے اور انہیں دنیا وآخرت دونوں جگہ بانیان واساتذہ، محبین وبہی خواہاں کے لیے سرخ روئی کا ذریعہ بنائے۔ آمین

انظر شاہ کشمیری

جب راقم نے مارچ ۲۰۰۶ء میں مرکز سے ایک موقر علمی رسالہ نکالنے کا عزم کیا تو شاہ صاحب سے رسالہ کے لیے پیغام لکھنے کی درخواست کی، چنانچہ شاہ صاحب نے ازراہ شفقت مندرجہ ذیل پیغام ارسال فرمایا:

عزیز القدر مولانا محمد مسعود عزیزی سلمہ اللہ تعالی

بنام ''نقوش اسلام'' دینی، علمی، ادبی، اصلاحی وفکری مجلّہ کا اجراء مبارک ہو۔

لاریب! حفاظت واشاعت اسلام کا ایک اہم ذریعہ رسائل وکتب کی ترتیب وتالیف اورنشر واشاعت ہے ، اس وقت ہندوستان کے دینی وعلمی اداروں سے سیکڑوں رسائل شائع ہورہے ہیں، ان اداروں کی تعریف وتعارف بھی، خدمت اسلام بھی، نسل نو کی تربیت وتیاری کا کام بھی، تاکہ اسلام کی علمی وتحریری وراثتیں نہ صرف زندہ بلکہ ''فی ثوب جدید'' کا مصداق ہوکر نئے فکر وذہن کے لیے حیات افزا اور روح افزا ثابت ہوں۔

خدا کا فضل ہے کہ آپ کا ادارہ روبہ ترقی ہے، تعلیمی وتربیتی معیار پر توجہ اولین ضرورت اورلازمی فریضہ، مگر جولانی قلم کہیں پھیکی پڑگئی تو اسلام کے آفاقی پیغام سے بڑی حد تک دنیا بالخصوص اردوداں طبقہ محروم رہ جائے گا۔

لیکن یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ رسائل نکالنا وہ بھی صحت مند مضامین اوردینی وعلمی مقالات پر مشتمل، جوئے شیر لانے سے زیادہ مشکل کام ہے، آپ جواں سال ہیں، فعال ومحنتی اور باصلاحیت بھی پھر رسالہ کی پشت پر ایک مستحکم ادارہ بھی ہے، اس لیے امید کی جانی چاہئے کہ آپ کا رسالہ ترقی کی منزلیں طے کرتا ہوا نمایاں رسائل میں ایک منفرد مقام حاصل کرلے گا، راقم سطور دست بدعاء ہے کہ حق تعالی تمام تر اسباب ووسائل بہم پہنچائے اور رسالہ دن دوگنی رات چوگنی ترقیات کی منزلیں طے کرے۔ آمین!

انظر شاہ کشمیری

جائزہ

دوسری قسط

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے تجدیدی کارنامے

مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور رائے بریلی

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے اصلاحی وتجدیدی کارناموں میں ایک عظیم کارنامہ ادب اسلامی کو نیا رخ دینا ہے، انھوں نے جس وقت ندوہ میں پڑھانا شروع کیا اس وقت ان کے سامنے مصری ریڈریں تھیں، انھوں نے بچوں کے ادب کے سلسلے میں سب سے پہلے ''قصص النبیین'' کا تحفہ پیش کیا اور ''القرأۃ الراشدہ'' متوسط درجات کے طلبہ کے لیے ایک سلسلہ تصنیف کیا، آخری درجات کے طلبہ کے لیے ''مختارات من ادب العرب'' لکھ کر یہ ثابت کردیا کہ اصل ادب وہی ہے جس میں اخلاقیات، انسانی اقدار اور اسلامی روایات کی پاسداری ہو، انہوں نے اس سلسلہ میں ایسے زبردست ادب کے نمونے اور شاہکار پیش کئے، جس سے دنیائے عرب کو اس حقیقت کے آگے سر جھکانے پر مجبور ہونا پڑا اور صرف مدارس اور دینی حلقوں ہی میں نہیں خالص ادبی حلقوں، دانش گاہوں، یونیورسٹیوں اور جامعات میں اس نظریئے کو اور کتاب کے مندرجات کی اہمیت اور افادیت کو پورے طور پر تسلیم کیا گیا اور حضرت مولانا کو اس نظریہ کا بانی اور مجدد مان لیا گیا۔

حضرت مولاناؒ نے اپنی تدریسی وتعلیمی زندگی میں اور پھر تحریر وتصنیف کے میدان میں قدم رکھنے کے ساتھ وسیع وعمیق مطالعہ، جماعتوں وتحریکات کے افکار ورجحانات اور معاشرہ کے مزاج وکردار کا جائزہ لے کر اس حقیقت کا ادراک کرلیا تھا کہ ادب اپنے اندر تعمیری وتخریبی طاقت رکھتا ہے، اگر اس سے ایک طرف عقائد صحیحہ کی استواری اور صحت مند صالح رجحانات کی آبیاری کا کام لیا جاسکتا ہے تو دوسری طرف اخلاقی، انسانی قدروں پر تیشہ زنی اور ذہنی وفکری انتشار، تشکیک والحاد اور ذہنی ارتداد کا تخریبی کام بھی کیا جاسکتا ہے، انہوں نے یہ محسوس کیا کہ ہر دور میں ایسا ہوتا رہا ہے، جس کی وجہ سے صالح معاشرہ کو فساد اور ایمان کو الحاد سے لڑنے میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے، انھوں نے تاریخ کو دیکھا تو یہ حقیقت ان پر آشکار ہوئی کہ جس طرح کبھی فلسفہ کے راستے سے الحاد وتشکیک کا سیلاب مسلمانوں کے علمی وفکری طبقہ میں آیا تھا، اس کے بعد سائنس (خاص طور پر علوم طبعیہ) کے راستہ سے تعلیم یافتہ طبقہ میں آنے لگا، اب بہت سی جامعات اور دانش گاہوں میں ادب کے ذریعہ سے آرہا ہے، انہوں نے اس بات کو زیادہ خطرہ کا باعث سمجھا کہ ادب وتنقید کے میدان میں ان ادباء اور اہل قلم کی اجارہ داری قائم ہوگئی ہے، جن کے عقائد میں خود تزلزل، ذہن میں انتشار اور تحریروں میں تشکیکی رجحان پایا جاتا تھا، خاص طور سے ان حالات میں جب دنیا معاشرتی نظریات کی کشمکش میں تھی، ایک اشتراکیت جس کا علمبردار روس اور چین تھا، دوسرا سرمایہ دارانہ نظام جس کے داعی امریکہ اور یورپ کے ممالک تھے۔

نامور عربی ادیب واسلامی مفکر ڈاکٹر عبدالرحمٰن رافت پاشا (سابق پروفیسر امام محمد بن سعود یونیورسٹی، ریاض) اس سلسلہ میں کہتے ہیں:

''ان معاشرتی وفکری رجحانات نے ادب کو ہتھیار اور آلہ کار بنا کر اس سے اپنے دفاع اور ترجمانی اور اسٹیج کا کام لیا ہے، جہاں وہ اپنے اغراض ومقاصد کی اشاعت اور انہی معیاروں کے مطابق اپنے عوام وہم خیالوں کی ذہنی تشکیل وتربیت کرتے رہے ہیں، چنانچہ اسٹالن ادیبوں کو ''معیار انسانیت'' قرار دیتا ہے، آگے وہ لکھتے ہیں:

''ان اجتماعی رجحانات اور نظریات کے نتیجہ میں متعدد ادبی دبستاں وجود میں آ گئے، جن کی مستقل بنیادیں اور مقررہ اقدار ومعیار ہیں''ان نظریات ورجحانات کا یہ اثر پڑا کہ کج فطرت، مخرب اخلاق اور فحش لٹریچر سے دنیا کو بھر دیا گیا اور نئی نسل کے لیے قصوں، ڈراموں، سنیما اور ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کے ذریعہ وہ ادب فراہم کیا گیا جس نے اسلامی معاشرہ سے نہ صرف بغاوت کے جذبات پیدا کئے بلکہ اسلامی افکاروں وانسانی اقدار سے باغی نوجوانوں اور خواتین کیلئے ہمدردی کے جذبات پیدا کئے؛ بلکہ اس سے آگے بڑھ کر بقول ڈاکٹر رافت پاشا ''گناہ کے دلدلوں میں غرق ہونے والیوں کے سروں پر عزت وعظمت کے تاج رکھے اور دلوں میں اس معاشرہ کے خلاف انتقام کی آگ بھڑکائی جوان کے خیال میں کہنہ فرسودہ اقدار کو اپنائے ہوئے ہے اور اپنی لیے ہمدردی کے جذبات پیدا کئے اور اپنی محنت سے دلوں کو گرم بنانے کی کوشش کی''حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ ادب کے ساتھ لوگوں کے طرز عمل کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''ادب کے ساتھ معاملہ یہ کیا گیا کہ ادب کے لیے شرط یہ قرار دی گئی کہ تھوڑا سا مذہب کا مذاق بھی اڑائے، وہ ادب مستند نہیں جو کبھی کبھی چٹکی نہ لیتا ہو اور اب اس دور میں یہ شرط کر دی گئی جب تک ترقی پسندی کی باتیں نہ کرتا ہو، جب تک قدیم چیز کا مذاق نہ اڑاتا ہو، جب تک مذہبی صحیفوں پر بھی کوئی چھینٹ نہ ڈال دیتا ہوں''۔

مولانا نے ادب میں الحاد وبے دینی کی اجارہ داری کو معاشرہ کے لیے بڑے نقصانات کا باعث جانا اور انہوں نے علمی وتاریخی ذخائر سے وہ نمونے نکال کر پیش کئے جن پر دین کی چھاپ تھی، انسانی قدروں کا عکس تھا، جن میں حرارت ایمانی کی تپش تھی، مولانا نے قرآن مجید کہ جس کا ادبی پایہ سب سے بلند اور سب سے زیادہ تسلیم شدہ ہے، اور احادیث نبویہ کہ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلے وہ جملے اور عبارت ہیں جن سے ان کو اللہ تعالی نے انسانوں کو سمجھانے کے لیے امتیازی طور پر نوازا تھا اور انہیں پر معانی الفاظ عطا کئے تھے کہ ذخیرہ سے کچھ نمونے سے لے کر ہر دور کے اصحاب دعوت وعزیمت، ادباء اور اصحاب فکر واصلاح خطباء اہل قلم کی زبان وقلم سے نکلے، دل نشین اور جاذب نظر اقتباسات کا مجموعہ ''مختارات من ادب العرب'' کے نام سے مرتب کیا اور اس کو دنیا کے سامنے پیش کر کے جدید افکار وخیالات کے حامل ادیبوں کو حیرت میں ڈال دیا، انہوں نے ان لوگوں کو اس طرح یہ نعرہ دیا کہ " الی الادب الاسلامی من جدید" کے ذرا از سر نو اسلامی ادب کا مطالعہ کیجئے، مولانا نے خود اپنی تحریروں اور تقریروں میں بھی اس اسلوب کو اختیار کیا جو دماغ کو اپیل کرنے والا، دل کو کھینچنے والا اور سوز دروں پیدا کرنے والا تھا اور اس نے زبانوں میں اپنی اس حیثیت کو تسلیم کرایا، جس کے نتیجہ میں ان کی بات کو مختلف مکاتب فکر کے لوگوں نے سنا اور دھیان دیا، اس بات کا اعتراف مشہور عرب فاضل ادیب وناقد استاذ عبدالرحمٰن رافت پاشا نے بھی کیا ہے کہ مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ ادب میں اسلامی تصور کی طرف توجہ دلانے والے اور اس ادب کے پہلے داعی اور اس طرف متوجہ کرنے والوں کے سرخیل ہیں، مولانا کی تاریخی بصیرت اور ایمانی فراست اس کا ادراک رکھتی تھی، فحش رسالوں، حیا سوز افسانوں، ڈراموں، قصہ گوئی اور ذہنوں میں شکوک وشبہات اور اخلاق واعمال میں فساد وبگاڑ پیدا کرنے والی دیگر ادبیات ونشریات کا مقابلہ مثبت اور تعمیری عمل کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے، ایک شمع روشن کر دینا اندھیرے کو ہزار بار برا کہنے سے کہیں بہتر ہے، ایجابی وتعمیری کام اظہار نفرت سے زیادہ مؤثر ومفید ہے، جدید فن قصہ گوئی ہی کو دیکھ لیا جائے تو قرآن مجید سے بڑھ کر کوئی اور ہمیں رہنمائی نہیں دے سکتا، قرآن حکیم نے اپنے بلند مقاصد کے لیے واقعہ نگاری کے فن سے کس طرح کام لیا اور اسے ارشاد وہدایت اور عبرت وموعظت کا کیسا قابل اعتماد وسیلہ بنا لیا، مولاناؒ نے جہاں دوسروں کو اس کی دعوت دی، خود پہل کر کے قرآن کے تعلق سے اور قصص قرآنی کے دلکش نمونوں کے سبب قصہ وواقعہ بیانی کے فن میں اپنے عصر کے ادیبوں اور اصحاب قلم کی قیادت کی اور بچوں کو مخاطب

کر کے پانچ حصوں میں انبیاء ورسولوں کے واقعات نہایت شستہ وآسان فہم زبان میں مرتب کر کے پیش کئے جو''قصص النبیین للاطفال'' کے نام سے شائع ہوئے اور بچوں کی ذہنی سطح کی رعایت کرتے ہوئے ''القرأۃ الراشدہ'' کے نام سے الگ ریڈر تصنیف کی، جنہیں مصروحجاز، بیروت وہندوستان کے مختلف اداروں نے شائع کیا، فن قصہ گوئی میں ایمانی واسلامی فکر ومجاز کے ساتھ اترتی ہوئی مولانا کی دو اور کتابیں ''قصص من التاریخ الاسلامی'' اور ''اذاہبت ریح الایمان'' بھی ہیں۔

مگر انفرادی کوششیں ادب ولٹریچر کے ذریعہ سے ارتداد والحاد کے طوفان بلا خیز کے آگے ناکافی تھیں، ادبیات کے مختلف طبقات جو تحریکات کی شکل اختیار کر چکے تھے، ان کا مقابلہ تحریک ہی کر سکتی تھی، مولانا نے اس فتنہ کے مقابلہ کے لیے اسلامی سوچ وفکر اور دینی روح وضمیر رکھنے والے اصحاب قلم کو ایک مؤثر لائحہ عمل مرتب کرنے کے لیے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر غور وفکر کی دعوت دی، دعوت نامہ عربی زبان میں تحریر کیا گیا تھا، جس کے اہم حصہ کی اردو مولانا شفیق الرحمٰن ندویؒ سابق استاذ ندوۃ العلماء کے الفاظ میں پیش کی جارہی ہے، جس سے مولانا کی فکر ودرد کو سمجھنا آسان ہوگا، مولانا نے فرمایا:

''ہم آپ کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ ادب اور بالخصوص ادب عربی کے ذخیرہ کا نئے سرے سے جائزہ لینے پھر سے اس کا مطالعہ کرنے اور نئے انداز سے پیش کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ ہر قوم کے ادب کی طرح یہ بھی ابتلاء وآزمائش کے دور سے گزرتا رہا ہے، ابتلاء وآزمائش کا مرحلہ تقریباً فطری ہے، اور اس سے ہر زبان وادب کو گزرنا پڑا ہے، البتہ اس کی مدت میں کمی بیشی ہوتی رہی ہے، کسی قوم کے ادب میں آزمائش کا دور طویل ہوا ہے، تو کسی کا مختصر، دراصل اس کا تعلق معاشرتی حالات، سیاسی عوامل ومحرکات اور اصلاح وتجدید کی تحریکوں سے ہے، جہاں یہ چیزیں پورے طور پر میسر آ گئیں وہاں آزمائش کا دور مختصر ہو گیا اور جہاں یہ چیزیں میسر نہیں آئیں یا کم آئیں اس ادب اور قوم کی آزمائش اور زبونحالی کا دور طویل ہو گیا، کسی بھی ادب کی آزمائش اور ابتلاء یہ ہے کہ ایسے لوگ حاوی ہوجائیں جو ادب کو بطور فن اور پیشہ کے اپناتے ہیں، مولاناؒ دین وادب سے رشتہ کاٹنے والے مصنوعی ادب کی جس کو ذرائع نشریات نے بڑی ہی اہمیت دے دی تھی، تصویر کشی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''اس مصنوعی ادب اور قلب وعقیدہ کی زبان سے نکلنے والی تحریروں کے درمیان وہی فرق ہے، جو انسان اور اس کی تصویر کے درمیان ہوتا ہے، یا کرایہ پر رونی والی اور اس کو چوٹ کھائی ہوئی ماں کے درمیان ہوتا ہے، جس کا اپنا بچہ موت کا شکار ہو گیا ہو، پیشہ ور ادیب اپنی تحریروں میں ان بہروپیوں کے مشابہ نظر آتے ہیں جو کبھی بادشاہوں کا رول ادا کرتے ہیں تو شاہانہ جاہ وجلال کا نقشہ پیش کرتے ہیں، کبھی فقیروں کا کردار ادا کرتے ہیں تو فقیروں کا لباس پہن لیتے ہیں، کبھی کسی قسمت کے دھنی کا پارٹ ادا کرتے ہیں اور کبھی قسمت کے مارے کا؛ لیکن نا تو سعادت وخوش بختی کا سایہ ان کو نصیب ہوتا ہے، اور نہ فقر وفاقہ اور بدبختی کی آنچ ان تک پہنچتی ہے، کبھی کسی غم زدہ کے غم کی کسک محسوس کئے بغیر اس کے غم میں شریک ہوتے ہیں اور کبھی کسی خوش نصیب کی مسرتوں کے احساس مسرت میں شرکت کئے بغیر اس کو مبارک باد پیش کرتے ہیں، ادبی تصورات کا جائزہ لینے اور اس پر غور کرنے کے لیے مولانا کی طرف سے بلائی گئی اس مذاکرۂ ادبیات اسلامی ''الندوۃ العالمیۃ للادب الاسلامی'' میں عرب وعجم اور عربی وفارسی اور اردو انگریزی ودیگر زبانوں کے ممتاز ونامور اصحاب قلم اور علماء وفضلا نے بڑے جوش وخروش کے ساتھ نہ صرف شرکت کی بلکہ اس مذاکرہ کو ایک تحریک کی شکل دے کر اس پیغام، کام اور مشن کو دنیا بھر میں مختلف زبانوں خصوصاً عربی زبان میں کہ جو دین کی زبان اسلام کی زبان ہے، اور مسلمانوں کو جوڑنیوالی زبان ہے، میں عام کرنے کا عہد کیا، اور بہت جلد اس صورت نے حقیقت کا جامہ پہن لیا اور رابطہ ادب اسلامی عالمی کی بناڈال دی گئی، اور اس کا صدر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کو متفقہ طور پر چن کر کہ وہ اس کے مفکر وداعی اول تھے، ندوۃ العلماء کو اس

کا ہیڈکواٹر بنایا گیا اور دوسرا دفتر ریاض کو بنایا گیا، جہاں اس کے دوسرے مفکر شیخ عبدالرحمٰن رافت پاشا مقیم تھے، عالمی مذاکرہ ادبیات اسلامی (منعقدہ ندوۃ العلماء مورخہ ۱۷/۱۸/ ۱۹/ اپریل ۱۹۸۱ء) میں جن حضرات نے نمایاں اور قائدانہ کردار ادا کیا ان میں شیخ عبدالرحمٰن رافت پاشا کے علاوہ شیخ عبداللہ ابراہیم انصاری (قطر) سعید عبدالعزیز الرفاعی (سعودی عرب) ڈاکٹر فتحی عثمان (ریاض) استاذ محمد المجذوب (سوریا) اور ہندوستان و پاکستان کے لوگوں میں مولانا محمد ناظم ندوی (کراچی) مولانا سید رابع حسنی ندوی، مولانا عبداللہ عباس ندوی، مولانا ابوالعرفان خاں ندوی، مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی، مولانا واضح رشید حسنی ندوی (ندوۃ العلماء لکھنؤ) اور جناب سید صباح الدین، عبدالرحمٰن (دارالمصنفین اعظم گڑھ) خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، جب کہ اس کانفرنس میں مصر کے وزیر اوقاف ونائب وزیر اوقاف سلطنت عمان کے مفتی اعظم نے بھی شرکت کی، مولاناؒ نے مذاکرہ علمی میں بہانگ دہل یہ بات فرمائی ''ادب اس لیے ادب نہیں ہوجاتا کہ وہ کسی انگریزی داں نے ادا کیا، کسی ترقی پسند نے ادا کیا، شعبہ ادب کے کسی چیرمین اور پروفیسر نے ادا کیا، یا کسی صدر نے ادا کیا، وہ ادب ادب ہے خواہ اس کو آپ کسی سائل کی صدا میں سن لیں، کسی غریب کی فریاد میں سن لین، کسی ماں کو اپنے بچے کو سلاتے ہوئے، لوری سناتے ہوئے سن لیں، کسی خدا شناش کے نالہ نیم شبی میں سن لیں، جو صرف خدا ہی کو سنانا چاہتا تھا، اتفاق سے آپ نے سن لیا، اس لیے ادب جس شکل میں ہو، جس زبان میں ہو، جس شخص کی زبان سے ادا ہو، وہ ادب ہے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر اعلی ادب کے سلسلہ میں اپنا واضح موقف دہراتے ہوئے کہا ''دبستان ادب کے ایک ادنی طالب علم کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ ادب کی سب سے پہلی زیارت جو نصیب ہوئی وہ آسمانی صحیفوں میں نصیب ہوئی، ادب تھا کہاں؟ لیکن جب خدا نے انسانوں کو سمجھانے کے لیے اپنے پیغمبروں کو بھیجا اور ان کو زبان دی اور ان پر معانی کے ساتھ الفاظ وارد کئے تو معلوم ہوا کہ ادب اسے کہتے ہیں، ادب کی تاریخ میں آسمانی صحیفوں سے پہلے ہمارے پاس کوئی دستاویزی ثبوت نہیں، اگر ہو کسی کے پاس تو بتائے کہ ادب کب آیا، ادب سے دنیا کب متعارف ہوئی؟ پہلے آسمانی صحیفوں کے ذریعہ ہی ہوئی، پھر قرآن مجید نے آکر اس پر ہمیشہ کے لیے مہر لگا دی ''نزل بہ الروح الامین علی قلبك لتكون من المنذرين بلسان عربي مبين '' ادب کا پایہ خدا نے کتنا بلند کیا، خدا اپنی کتاب کی تعریف ادب کے ساتھ کر رہا ہے، یعنی یہ وہ معجزہ ہے اور لسان عربی مبین میں ہے حالانکہ خدا سے زیادہ بے نیاز ذات کسی کی نہیں لیکن اس نے انسانوں کو سمجھانے کے لیے جو بہتر سے بہتر پیرایہ ہوسکتا ہے اس کو استعمال کیا''۔

اس مذاکرۂ ادبیات اسلامی میں جس میں فتنہ پرور اور فساد انگیز فنون ادب کا ایجابی اور تعمیری کام کے ذریعہ عالمی سطح پر اور مختلف زبانوں میں مقابلہ کے لیے ادباء کو متوجہ کیا گیا اور یہ طے پایا کہ ادب اسلامی کے فروغ دینے کے لیے ایک مستقل سکریٹریٹ قائم کیا جائے اور ندوۃ العلماء اس کی ذمہ داری قبول کرے، چنانچہ ندوۃ العلماء نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی سربراہی میں اس کی طرف توجہ کی اور فوری طور پر ندوۃ العلماء نے اس پلیٹ فارم سے ادب کے راستے سے فکری وجدانی اور تہذیبی سطح پر چیلنج کا مقابلہ شروع کردیا اور اس کے دائرہ کار کو وسعت دینے اور اس کام کو زیادہ منظر عام پر انجام دینے کے لیے اس وقت پہلا قدم اٹھایا گیا، جب ۷/مئی ۱۹۸۴ء کو مکہ مکرمہ میں مدینہ طیبہ اور ریاض کے علماء کا ایک وفد حضرت مولانا سے ملا، ان حضرات نے رابطہ ادب اسلامی کے آئین کا مسودہ پیش کیا اور حضرت مولانا سے اس کی سربراہی قبول کرنے کی درخواست کی اور اس کو بین الاقوامی تنظیم کے حیثیت سے قائم کرنے کی اجازت دینے کی خواہش کی جو منظور کی گئی، مولانا سید ابوالحسن حسنی ندویؒ نے اس راستے سے خود کارہائے نمایاں انجام دیئے اور وقت کے بڑے بڑے فتنوں اور چیلنجوں کا جو مقابلہ کیا اور ذہنی تعلیمی وثقافتی ارتداد کا جس طرح مقابلہ کیا اس میں ان کی حیثیت میر کارواں کی ہے۔

تاریخ کے دامن سے

دوسری قسط

۱۹ انیس نامور مسلمان سائنسداں

محمد زکریا ورک کنگسٹن (کینیڈا)

۱۰-ابو علی الحسن ابن الهيثم (965-1039)

علم بصارت کے ماہرین آپ کو فادر آف آپٹکس تسلیم کرتے ہیں، آپ نور کے نظریہ کے دریافت کنندہ اور کیمرہ کے موجد تھے، لاطینی کی کتابوں میں آپکا ذکر Alhazen کے نام سے آتا ہے، آپ کی پیدائش بصرہ میں ہوئی، مگر مصر نقل مکانی کر گئے جہاں آپ نے خلیفہ الحکم کو دریائے نیل پر سیلاب روکنے کیلئے ڈیم بنانے کی تجویز پیش کی، جب آپ عملاً ایسا نہ کر سکے تو مجنون خلیفہ کے عتاب سے بچنے کیلئے پاگل پن کا ڈھونگ رچا لیا اور خلیفہ الحکم کی اچانک گم شدگی پر گمنامی میں ہی رہے، کتابت کر کے گزر اوقات کرتے تھے، ریسرچ کا کام جامعہ ازہر میں سرانجام دیا، آپ کی وفات قاہرہ میں ہوئی۔

آپ کی کتاب ''علم المناظر'' کا سولہویں صدی میں لاطینی ترجمہ (OpticaeThesaurus) کے نام سے کیا گیا جس سے کیپلر Kepler نے اپنی کتاب OPTIKS لکھنے کیلئے اکتساب فیض کیا تھا، برطانوی مصنف راجر بیکن بھی آپ کی معرکۃ الاراء تصنیف کا معترف تھا، آپ نے طبیعات، اسٹرانومی، میڈیسن اور دوسرے علوم پر دوصد کتابیں زیب قرطاس کیں، نیز ارسطو اور جالینوس کی کتابوں کی تفاسیر بھی لکھیں، ارشمیدس کی طرح آپ نہ صرف ایک مانے تھیورٹیشن بلکہ ایکس پیرے مینٹر بھی تھے، آپ نے آنکھ کے امراض پر بھی ایک کتاب لکھی جو آج تک اتھارٹی مانی جاتی ہے، آپ کے نزدیک زمین گول تھی۔

آپ کے قاہرہ میں قیام کے دوران فاطمی خلیفہ الحکم نے سائنس کی اکیڈمی بیت الحکمۃ قائم کی جس کے انچارج مشہور ریاضیدان ابن یونس (1005-1171) ۱۰۰۹ء تھے، اس کے ساتھ الہیثم بھی اس اکیڈمی میں ریسرچ کا کام کرتے رہے، ریاضی میں جس مشکل عقدہ کو آپ نے حل کیا اسے Alhazen's Problem کہا جاتا ہے اور اسے انٹرنیٹ پر دیکھا جا سکتا ہے، علم بصارت میں آپ کے بہت سارے نظریات سے نیوٹن اور ڈچ سائینسدان Snell نے اکتساب فیض کیا، آپ کے لاء آف ریفریکشن کو Snell' law کہا جاتا ہے، آپ نے سائنس میں درج ذیل علمی کارنامے انجام دئے:

1. discovered the principle of inertia
2. determined rectilinear motion of light.
3 discovered camera obscura
4. made curved lenses and mirrors on his lathe
5.developed principle of least time centuries before Newton
6. principle of reflection in a rainbow
7. physiology of human eye and gave it technical names
8. discovrered Snell's law
9. Unraveled the mystery of how one sees
10. studied the phenomena of dawn and twilight
11.examined properties of lenses
12.analysed role of eye as a lense and how image formed on the retina
13. gave the theorem of cotagenttodeterminetheazimuthoftheQibla
14.discovered magnifying lens which led to discoveryof telescope.

آپ بلا شبہ بصریات، ریاضی اور ہیئت کے شہرہ آفاق عالم تھے، آپ عظمت کا ایسا مینار تھے جس کی روشنی سے لوگ اب بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

۱۱-عبد الرحمن ابن یونس (**فسطاط ۱۰۰۹ء وفات**)

آپ قرون وسطیٰ کے مسلمانوں کے سب سے عظیم ریاضیدان اور ہیئت دان تھے، آپ کی زندگی میں فاطمی خاندان نے مصر کو فتح کیا اور قاہرہ کی بنیاد ۹۶۹ء میں رکھی گئی، آپ نے بیس سال تک ۱۹۹۶/ ۱۹۷۷ تک جو اسٹرانومیکل آبزرویشنز کیں وہ خلیفہ العزیز کے حکم پر کی گئیں تھیں، اس کے بعد خلیفہ الحاکم (۹۹۶) کے حکم پر مزید مشاہدات کئے، یہ سلسلہ ۱۰۰۳ء تک جاری رہا۔

آپ کے علمی شاہکار الزج الحکمی الکبیر (یعنی اسٹرانومیکل ٹیبلز کی ہنیڈ بک) کے ۸۱، ابواب ہیں، اس کے دو نسخے لندن اور آکسفورڈ کی لائبریریوں میں محفوظ ہیں، ۱۸۰۴ء میں فرنچ مصنف پرسیوال Perceval نے اسکا ترجمہ کیا، پھر جرمن اسکالر کارل شائے Schoy نے بہت سارے مقالے لکھے جن میں زیج کے متعدد ابواب کے ترجمے دیئے، خاص طور پر وہ جنکا تعلق سفریکل اسٹرانومی اور سن ڈائیل تھیوری سے تھا، آپ پہلے شخص تھے جس نے پنڈولم کی موشن کا مطالعہ کیا جس سے بعد میں میکینکل کلاک ایجاد ہوئی تھی۔

ابن یونس نے کتاب میں اپنی تمام آبزرویشنز کا ذکر کیا ہے نیز ان آلات کا ذکر کیا جو آپ نے استعمال کئے، جیسے meridian ring, astrolabe, gnomon کہا جاتا ہے کہ آپ نے مقطم کے پہاڑ پر خلیفہ الحکم کے محل سے بہت سارے فلکی مشاہدات کئے، نیز قاہرہ کے قریب القرافہ کے مقام پر مسجد ابن نصر المغربی سے بھی مشاہدات کئے، ۲۲/اپریل ۹۸۱ء کو جو سورج گرہن (شوال ۳۷۰ ہجری) لگا اسکو آپ نے اس مسجد سے دیکھا اور اسکا ذکر کیا، اس کے علاوہ آپ نے تیس گرہن دیکھے اور ان کو قلم بند کیا، امیریکن اسٹرانومر Simon Newcomb نے ان سب مشاہدات کو خوب استعمال کیا تاکہ وہ اپنی تھیوری secular acceleration of moon کا تعین کر سکے۔

آپ ابن الہیثم کے ہم عصر تھے اور قاہرہ کی سائنس اکیڈمی بیت الحکمۃ کے معزز ممبر تھے، علم ہیئت میں آپ کی سب سے بڑی دریافت یہ تھی کہ زمین کا محور ساکن نہیں بلکہ آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے کھسکتا رہتا ہے اور گولائی میں چکر کاٹتا ہے، آپ نے صحیح حساب لگا کر بتایا کہ زمین کے محور کی حرکت اتنی آہستہ ہے کہ ۶۹ سال میں صرف ایک ڈگری کا فرق پڑتا ہے، آپ کے تیار کردہ ٹیبلز ابھی تک مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں، جیسے میقات (دارالکتب قاہرہ، مختار زیج (برٹش میوزیم ۷۶۸) آپ کی دیگر تصانیف کتاب الظل، کتاب الجیب، کتاب الحکم ہیں، یاد رہے کہ انگلش میں علم ہیئت کے یہ الفاظ عربی سے آئے ہیں: almanac, zenith, nadir and azimuth

۱۲-ابو ریحان البیرونی (973-1051)

البیرونی پہلے مسلمان جغرافیہ دان، مورخ، سیاح اور برصغیر ہند کے پہلے آثار قدیمہ کے ماہر تھے، آپ کی پیدائش خوارزم کے شہر میں ہوئی، آپ نے ایران کے شمالی علاقوں کا سفر کیا اور جب محمود غزنوی نے سینٹرل ایشیا کو فتح کرلیا تو آپ اس تاریخ ساز فاتح کے دربار میں شامل کر لئے گئے، جب محمود نے ہندوستان پر حملہ کیا تو آپ بھی اسکے ساتھ تھے یوں آپ کو ہندوستان کے لوگوں، تہذیب اور معاشرت کے مطالعہ کا چالیس سال تک موقعہ ملا، ہندوستان میں ہندو پنڈت آپ کے علم اور مقامی زبان کی مہارت سے اس قدر متاثر تھے کہ انہوں نے آپ کو ودیا ساگر (علم کا سمندر) کا لقب دیا تھا۔

ہندوستان سے واپسی پر آپ غزنہ (افغانستان) میں آباد ہو گئے اور باقی کی زندگی یہاں کتابیں لکھنے، علم پھیلانے میں گزار دی، آپ شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور ایرانی ہونے کے ناطے آپ میں قومی فخر بہت زیادہ تھا، آپ نے ۱۸۰ کے قریب کتب تصنیف کیں، آپ کی مستند اور جامع تصنیف کتاب الہند میں ہندوستانی علوم، ہندو مذہب، تہذیب اور معاشرت کو بیان کیا گیا ہے، پھر آپ کی کتاب آثار الباقیہ مختلف اقوام کے رسومات اور تقریبات پر لکھی گئی تھی، آپ کا ایک

اور علمی شاہکار قانون المسعودی محمود غزنوی کے بیٹے سلطان مسعود غزنوی کے نام سے معنون ہے،۱۵۰۰صفحات پر مشتمل یہ علم ہیئت پر ایک وقیع کتاب ہے، فلکیات اور علم ہیئت پر آپ نے کتاب تفہیم Elements of astrology لکھی جو کئی سو سال تک بطور ٹیکسٹ بک کے پڑھائی جاتی رہی، سلطان مسعود نے غزنہ میں ایک جامعہ قائم کی جو جلد ہی ایشیا کا سب سے عظیم کلچرل سینٹر بن گئی، فردوسی اور البیرونی دونوں یہاں معلم تھے۔

کتاب الہند کا ترجمہ لندن سے ۱۹۱۰ء میں شائع ہوا تھا، نہ جانے کیوں آپ کی کتابوں کے لاطینی ترجمے زیادہ نہ ہوئے، البیرونی نے ایک کتاب سورج کے گرد زمین کی گردش پر لکھی مگر وہ ضائع ہو چکی ہے، کیا زمین گھومتی ہے یا بغیر حرکت کے ایک جگہ کھڑی ہے؟؟ البیرونی ایک عرصہ تک اس سوال پر غور کرتے رہے مگر خموش رہے، زندگی کے آخری سالوں میں آپ کا عقیدہ تھا کہ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے نہ کہ سورج زمین کے گرد، اس موضوع پر درج ذیل کتاب میں روشنی ڈالی گئی ہے کتاب الاستعاب ازقلم البیرونی ترجمہ ایس ایچ برنی Albiruni's scientific achievements 1952. البیرونی بوعلی سینا کے ہم عصر تھے دونوں کے مابین سائنسی مسائل پر خط و کتابت ہوئی تھی۔

آپ نے زمین کے محیط کی پیائش کی اور کہا کہ یہ ۲۴۷۷۹ میل بنتا ہے، جبکہ تازہ تحقیق کے مطابق یہ ۲۴۸۵۴ ہے، یہ تحقیق آپ نے پاکستان کے شہر جہلم کے قریب ایک پہاڑ پر جا کر کی تھی، آپ نے یہ بھی کہا کہ روشنی کی رفتار Finite ہے، آپ نے زمین کی کشش ثقل پر بھی تحقیقات کی، آپ نے اضطرلاب بنایا جس کی ڈایا گرام میں گراریاں (گیئرز) لگیں ہوئی تھیں جس سے گھڑی کی ایجاد میں مدد ملی تھی، ایک مصنف کا یہ حوالہ پڑھیں: we have the drawing of an astrolabe with gears belonging to al-Biruni.whichwas forerunner of the mechanical clock(J.Schacht,page476, 1974)

القانون المسعودی کا ترجمہ جرمن میں ۱۹۲۳ء میں شائع ہوا، ۱۹۲۵ء میں ہینور (جرمنی) سے آپ کی ٹرینگو میٹری کی کتاب شائع ہوئی، جارج سارٹن نے آپ کو greatest geographer of all times کہا ہے، ۱۹۷۰ کی دہائی میں کراچی کے عالم بے بدل حکیم محمد سعید نے البیرونی کی زندگی پر ایک کانفرنس منعقد کی اور حکومت پاکستان نے ڈاک ٹکٹ جاری کئے تھے (ماخوذ از ابوریحان البیرونی، زکریا ورک ۲۰۰۷ء لاہور)

۱۳-ابو حمید محمد الغزالی (1058-1111)

امام الغزالی علم دین کے مجدد، جدید فلسفہ اخلاق کے بانی، علم نفسیات اور فلسفہ کے عظیم محقق تھے، امام الغزالی کا لاطینی نام Algazel ہے آپ نہ تو سائنسدان تھے اور نہ فلاسفر مگر اسلامی دنیا میں سائنسی علوم پر آپ کا اثر اتنا زیادہ ہے کہ آپ کے ذکر کے بغیر یہ مضمون نامکمل رہے گا، آپ نے تحصیل علم کیلئے اسکندریہ (مصر) کا سفر کیا مگر اپنے آبائی شہر طوس میں واپس جلد ہی آ گئے، بچپن میں ہی آپکا تعارف صوفی ازم سے ہوا اور نیشاپور تحصیل علم کیلئے چلے گئے، ایک اسلامی اسکالر اور تھیولوجین کی حیثیت سے آپکا چرچا اسقدر ہوا کہ بغداد کی مشہور درسگاہ نظامیہ میں آپ کو مدرس مقرر کر دیا گیا، یہاں آپ نے فلسفہ اور سائنس کا مطالعہ کیا مگر اس چیز نے آپکی روحانی زندگی میں بحران پیدا کر دیا اور آپ جلد ہی ملازمت کو خیر باد کر کے صوفی ازم کے مطالعہ میں غرق ہو گئے، تارک الدنیا ہو کر آپ صوفی ازم کے پیر طریقت بن گئے۔

اگرچہ آپ ایرانی تھے مگر تمام کتب عربی میں تحریر کیں، آپ کے مذہبی نظریات کا اثر یہودی، عیسائی اسکالرز میں بہت نظر آتا ہے، آپ کے علمی شاہکار احیاء علوم الدین کا ترجمہ لاطینی میں ۱۱۸۰ء میں ہوا، یہ مشہور کتاب اخلاقیات پر سند اور حرف آخر ہے، فلاسفی کے آپ کڑے نقاد تھے اور کتاب تحافت الفلاسفہ تحریر کی، اس کے علاوہ آپ کی مندرجہ ذیل کتب قابل ذکر ہیں:

۱- کتاب الفاخرہ فی کشف العلوم الآخرۃ۔

۲- کیمیائے سعادت (فارسی میں ہے، اسکا انگریزی ترجمہ

۱۸۹۳ء میں H.A.Homes) نے نیو یارک سے شائع کیا۔

۳-مشکوۃ الانوار (صوفی ازم پر کتاب)

۴-مقاصد الفلاسفہ

۵-المنقض من الضلال (خودنوشت سوانح عمری)

۶-زیج ملک شاہی

۷-نصیحۃ الملوک (اس میں خلافت وملوکیت پر بحث کی گئی ہے)

ملوکیت کے حق میں آپ نے فرمایا: Religion is made strong by Kingship, and Kingship by the army, and the army by the wealth, wealth is assured by making the country populous, and this result is achieved by Justice. "

اسلامی دنیا میں آپ کو حجۃ الاسلام کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، آپ کی زندگی پر لائف آف غزالی ۱۸۹۹ء میں امریکہ سے D.B. Macdonald نے شائع کی، آپ کی خودنوشت سوانح عمری کا جرمن ترجمہ Henrich Frick نے ۱۹۱۹ء میں شائع کیا، اسی طرح امریکن پادری، مصنف S.M.Zwemer نے آپکی زندگی پر کتاب Muslim seekers after God نیو یارک سے ۱۹۲۰ء میں شائع کی، سوانح عمری المنقض من الضلال کا انگریزی ترجمہ بھی اب دستیاب ہے۔

۱۴-**الحاج عمر خیام** (1038-1123)

عمر خیام کو مغربی ممالک میں آپکی رباعیات کی وجہ سے بے پناہ شہرت حاصل ہے مگر بطور ریاضی دان آپ کی شہرت بہت کم ہے، جبکہ ایران میں آپ ایک اعلیٰ پایہ کے فلسفی، ہیئت دان، طبیب حاذق اور ریاضیدان کی حیثیت سے مشہور ہیں، آپ کی پیدائش نیشاپور (ایران) میں ہوئی اور وفات بھی یہیں ہوئی، آپ کی ملاقات امام غزالیؒ سے ہوئی تھی۔

ایران کے سلجوق سلطان جلال الدولہ ملک شاہ نے آپ کو پرانے ایرانی کیلنڈر کی اصلاح کرنیکا حکم دیا، اس لئے اس کیلنڈر کو جلالی کہا جاتا ہے، اس کا استعمال ۱۶/ مارچ ۱۰۷۹ء کو شروع ہوا اور ایران میں اس کا استعمال اب بھی ہوتا ہے، شمسی کیلنڈر میں لیپ ایئر Leap Year یعنی ہر چوتھے سال کا ۳۶۶/ دن ہونا بھی آپ ہی نے ایجاد کیا تھا۔

آپ کے ہم عصروں نے آپ کے رتبہ کو پہچانا اس لئے آپ کی بہت قدر و منزلت کی گئی، آپ خود کو بوعلی سینا کا شاگرد مانتے تھے اور اسکی ایک کتاب کا عربی سے فارسی میں ترجمہ بھی کیا، اصفہان کی رصدگاہ کے آپ ڈائریکٹر تھے، الجبرا میں Binomial theorem یعنی مسئلہ دورقمی کی ایجاد آپ کی رہین منت ہے۔

ریاضی کے میدان میں آپ نے ایک مبسوط مقالہ رسالہ "فی الجبرا و المقابلہ" لکھا، اس رسالہ کی وجہ سے الجبرا کا علم مسلمانوں میں اپنے عروج تک پہنچ گیا، اسکا فرنچ ترجمہ Woepke نے ۱۸۵۱ء میں شائع کیا، آپ نے تیرہ قسم کی cubic equations کو ایجاد کیا، آپ نے ریاضی کے علاوہ ہیئت، نجوم اور طبعیات میں بھی کئی کتب لکھیں، جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱-میزان الحکمۃ

۲-زیج ملک شاہی

۳-رسالہ فی شرح ماشکل من مصادرات کتاب اقلیدس

۴-رسالہ مختصر در طبیعات

۵-کتاب البرہان

۶-رسالہ مکعبات

۷-رسالہ فی کلیات الوجود

۸-رسالہ اوصاف

۹-رسالہ کون وتکلیف

عمر خیام کے حالات زندگی پر مولینا سید سلیمان ندویؒ نے ایک مستند کتاب لکھی جو لائق مطالعہ ہے۔

آپ ریاضیدان اعظم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بے مثل اور نکتہ آفریں شاعر بھی تھے، جارج سارٹن کے الفاظ میں آپ most original thinker تھے، آپ کی وفات کے بعد سے اسلامی ممالک میں سائنسی علوم زوال پذیر ہوگئے۔

مسائل وفقہ

پہلی قسط

امامت کے مسائل اور احکام

محمد مسعود عزیزی ندوی رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی

امامت کی تعریف:

امامت لغت میں ''أمَّ یَـؤمُّ'' کا مصدر ہے اور اس کے معنی ہیں کسی چیز کا قصد کرنا اور تقدم (پیش قدمی کرنے) کے معنی میں بھی آتا ہے اور عربی میں بولا جاتا ہے ''أمهم و أم بهم'' یعنی جب سب سے آگے بڑھ جائے اور ایسے ہی کہا جاتا ہے ''فلان أم الناس'' یعنی فلاں نے لوگوں کی امامت کی اور وہ ان کا امام بنا اور لوگوں نے اس کی صرف نماز میں اقتداء کی یا نماز اور امر و نہی دونوں میں اس کی اتباع کی۔

اصطلاحی معنی:

فقہاء کی اصطلاح میں اس لفظ کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے:

(۱) امامت صغریٰ یعنی نماز کی امامت۔

(۲) امامت کبریٰ یعنی اوامر و نواہی میں لوگوں کی امامت کرنا۔

یہاں پر بحث پہلی قسم سے ہے، دوسری کا تعلق بھی چونکہ فقہ سے ہے اور اس کا قیام فرض کفایہ ہے اور پہلی قسم یعنی نماز کی امامت بھی اسی کے تابع ہے اس لیے یہاں تھوڑی سی بحث امامت کبری کے بارے میں بھی کی جائے گی۔

قدوہ اور اقتداء کے معنی:

(۱) قدوۃ ''اقتداء'' کا اسم ہے اور اقتداء کے معنی اتباع کرنا ہے، لہذا لفظ ''قدوہ'' کا اطلاق اس شخص کے لیے ہوتا ہے جس کی اتباع کی جائے، اسی لیے کہا جاتا ہے ''فلان قدوۃ'' یعنی فلاں شخص نمونہ ہے، اس کی اقتداء کی جاتی ہے۔

(۲) اقتداء اور تأسی، دونوں لفظ اتباع کے معنی میں مستعمل ہیں خواہ اتباع نماز میں ہو یا کسی اور چیز میں، چنانچہ مقتدی امام کی اقتداء کرتا ہے اور اس کے عمل کے مطابق اپنا عمل کرتا ہے، اور اس کا اطلاق مقتدیٰ پر بھی ہوتا ہے، اسی لیے جس کی اقتداء اور اتباع کی جائے اس کو ''قدوۃ'' اور ''اسوۃ'' کہا جاتا ہے۔

امامت کبریٰ:

لوگوں پر عام تصرف کا استحقاق امامت کبری کہلاتا ہے جیسا کہ فقہاءؒ نے اس کی تصریح فرمائی ہے ''مقاصد'' میں اس کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایسی ریاست و سرداری ہے جو دین و دنیا دونوں پر حاوی ہو اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی خلافت چلی آرہی ہو، اور اس کا قیام واجب ہوتا ہے؛ کیونکہ بہت سے دینی معاملات کا دار و مدار اسی پر ہوتا ہے، اسی لیے صاحبِ ''عقائد النسفیہ'' نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے لیے ایک امام کا ہونا بہت ضروری ہے جو ان کے اندر اسلامی احکام اور شرعی حدود نافذ کرے، سرحدوں کی حفاظت و صیانت اور فوج کو تیار کرنے کا کام انجام دے، اور لوگوں سے زکوۃ کی وصولیابی کرے اور حملہ آوروں، چوروں اور ڈاکوؤں کا قلع قمع کرے، جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھائے اور حقوق سے متعلق معاملات میں گواہی کو قبول کرے، چھوٹے یتیم بچے بچیوں (جن کے ولی نہ ہوں ان) کی شادیاں کرائے اور مال غنیمت کو تقسیم کرے، اسی لیے صحابہ کرام نے امام کی تعیین کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین پر مقدم کیا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے پیر کے دن رحلت فرمائی، اور منگل کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین ہوئی، ایک قول کے مطابق بدھ کی رات یا بدھ کے دن آپ کی تدفین عمل میں آئی، لہٰذا یہ سنت آج بھی جاری ہے کہ خلیفہ کے انتقال کرتے ہی دوسرے خلیفہ کا انتخاب تدفین سے پہلے ہی کرلیا جائے۔

امامتِ کبریٰ کے شرائط:

امام کا مسلمان ہونا شرط ہے، چونکہ کافر کو مسلمان پر ولایت حاصل نہیں ہے، اور آزاد، عاقل و بالغ ہونا بھی شرط ہے، اس لیے کہ غلام کو خود اپنے اوپر ولایت حاصل نہیں چہ جائیکہ دوسروں پر ہو اور پھر ولایت متعدیہ ولایت قائمہ ہی کی تو فرع ہے اور اسی طرح بچے اور مجنون کا بھی حکم ہے، مرد ہونا بھی شرط ہے اس لیے کہ عورتوں کو حکم ہے کہ وہ گھروں میں رہیں، لہٰذا ان کا معاملہ پردہ پر موقوف ہے، اور اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " لا یفلح قوم تملکهم امراة " جس قوم پر عورت کی حکمرانی ہو وہ قوم کبھی بھی فلاح یاب نہیں ہوسکتی۔ (بخاری)

اور احکام کو نافذ کرنے، مظلوم کو ظالم سے انصاف دلوانے، سرحد بندی کرنے، ظلم وفساد کو مٹانے، حدود اسلام کی حفاظت کرنے اور لشکروں کی کمان سنبھالنے پر قادر ہونا بھی شرط ہے۔

فاسق کی تقلید مکروہ ہے، اگر امام فاسق ہے تو اسے معزول کردیا جائے گا، ہاں اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو نہیں، پھر اس کے لیے صلاح کی دعاء کرنا ضروری ہے، علامہ شامی نے تشریح فرمائی کہ اس میں عدالت کے شرط نہ ہونے کی طرف اشارہ ہے لیکن ''مسایرۃ'' کے اندر عدالت کو امامت کی شرطوں میں شمار کیا ہے اور امام غزالیؒ کے مسلک کے مطابق اس کو ورع وتقوی سے تعبیر کیا ہے، اور علم وکفاءۃ کو بھی امامت کے شروط میں شمار کرایا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ لفظِ کفائۃ 'شجاعۃ' سے زیادہ عام ہے، اس لیے کہ کفاءۃ میں ذی رائے اور بہادر ہونا دونوں معنی ہیں، تا کہ امام قصاص لینے، حدود قائم کرنے اور ضروری جنگوں کے کرنے اور لشکروں کو تیار کرنے میں بزدلی نہ کرے، اور نہ کسی سے مرعوب وعاجز ہو، اور شجاعت یعنی بہادری کی یہ شرط جمہور علماء کی ہے اور پھر مزید ایک اور شرط بڑھائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ امام مجتہد ہو، تا کہ اصولی وفروعی مسائل میں اجتہاد کرسکے اور ایک قول کے مطابق یہ شرط نہیں ہے اور نہ بہادری شرط ہے؛ کیونکہ ان تمام چیزوں کا بیک وقت ایک آدمی کے اندر پایا جانا شاذ ونادر ہے، اس لیے کہ شجاعت واجتہاد اور فیصلوں سے متعلق امور دوسروں کو سونپے جاسکتے ہیں، یا علماء سے استفتاء کیا جاسکتا ہے، احناف کے نزدیک امامت کی صحت کے لیے عدالت شرط نہیں ہے، یہاں تک کہ فاسق کی تقلید وامامت کراہت کے ساتھ جائز ہے، اگر عادل کی تقلید کی تھی پھر وہ فاسق وفاجر ہوگیا تو اس کو معزول نہیں کیا جائے گا؛ لیکن اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو وہ عزل کا مستحق ہے اور اس کے لیے صلاح کی دعا کی جائے گی، اس کے خلاف بغاوت نہیں کی جائے گی، یہی امام ابوحنیفہ سے مروی ہے، اس کی دلیل میں سب کے سب یہی توجیہ کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے بعض شاہانِ بنوامیہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور ان کی ولایت کو قبول کیا ہے، اور یہ بات محل نظر ہے؛ کیونکہ یہ بات تو معلوم ہے کہ وہ بادشاہ تھے جنھوں نے جبراً فتح حاصل کی تھی، اس لیے ضرورۃً یہ مذکورہ امور ان کی تقلید میں درست ہوں گے، اور کسی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے صحت نماز میں اس امام کی عدالت شرط نہیں ہے اور یہی معاملہ زبردستی غلبہ پالینے کی وجہ سے ہوگیا اور جور وجبر کے ذریعہ فتح حاصل کرلینے کے سبب خلافت کسی دوسرے کے سپرد کرنے یا اس کی اطاعت سے نکل جانے پر بھی کوئی قادر نہیں۔

اور جبراً غلبہ پالینے والے کی سلطنت وحکومت مجبوراً (دفع فتنہ کی وجہ سے) درست ہے اور یہی حکم بچے کا ہے، ہاں وہ معاملات جن میں تقلید کی جاتی ہے وہ بچے کے کسی ایسے والی کے سپرد کردئے جائیں، جو اس کے تابع ہوں اور قانوناً بچہ ہی بادشاہ ہوگا اور حقیقتاً والی ہوگا کیونکہ جمعہ اور قضاء اسی کی اجازت سے ہوگا بچے کی نہیں، اور جب سلطان یا والی بالغ ہوجائے تو نئے سرے سے تقلید کا محتاج ہوگا۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں جو شخص بغیر اصحاب حل وعقد کی بیعت کے طاقت کے بل بوتے پر جبراً بادشاہ بن بیٹھا ہو تو اس کی سلطنت جائز ہے اگر مذکورہ بالا شرطیں اس میں پائی جائیں، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل چیز اس میں تقلید ہے۔

اور عقد امامت یا تو خلیفہ کے بنانے سے ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا، یا پھر علماء کی جماعت یا اصحاب رائے اور دانشوروں کی جماعت نے اس سے بیعت کر لی ہو۔

''اشعری'' کے نزدیک کسی ایک ممتاز عالم کا ہونا بھی کافی ہے، جو صاحب رائے ہوتا کہ وقت پڑنے پر گواہی دے سکے، اور معتزلہ نے پانچ شرطیں لگائی ہیں، بعض احناف نے ایک جماعت کے ہونے کی شرط نقل کی ہے جس کی کوئی مخصوص تعداد نہیں۔

ضرورتاً اور مجبوراً کہنے کا مطلب یہ ہے کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے، اس لیے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اسمعوا واطیعوا ولو امر علیکم عبد حبشی أجدع" یعنی تم سمع وطاعت سے کام لو، اگر چہ تم پر کسی کالے، کلوٹے، چھوٹے سر کے آدمی کو امیر بنا دیا جائے۔ (بخاری)

اسی طرح بچے کی سلطنت بھی بصورت مجبوری درست ہے؛ لیکن صرف ظاہراً حقیقتاً نہیں، صاحب ''اشباہ'' نے کہا ہے کہ اس کی سلطنت ظاہراً درست ہے ''بزازیہ'' میں ہے کہ جب بادشاہ کا انتقال ہو جائے اور رعایا اس کے نابالغ بیٹے کو بادشاہ بنانے پر متفق ہو جائے تو مناسب ہے کہ وہ امور جس میں تقلید کی جاتی ہے، کسی ایسے والی کے سپرد کر دیئے جائیں جو والی اپنے آپ کو خود سلطان کے بیٹے کے تابع سمجھے، اس کے شرف کی وجہ سے، اور قانوناً بیٹا اور حقیقتاً والی سلطان ہوگا؛ کیونکہ اس بچہ کے نابالغ ہونے کی وجہ سے قضاء وجمعہ اس کی اجازت سے درست نہیں ہوتے، اس لیے کہ اگر چہ والی حقیقتاً سلطان نہیں کیونکہ اس کی اجازت کے بغیر قضاء وجمعہ درست نہ ہوں، حالانکہ اسی کی اجازت سے یہاں ان چیزوں کا قیام درست ہوگا، لہٰذا اس والی کو مدت معلوم کے لیے سلطان کہا جائے گا اور وہ مدت بچے کا بالغ ہو جانا ہے تا کہ بلوغ کے بعد بچے کی تولیت کے وقت اپنے آپ کو معزول کرنے کی ضرورت نہ پڑے، حموی نے کہا ہے ''تجدید تقلید بلوغ کے بعد نہیں ہوگی الا یہ کہ یہ والی اپنے آپ کو معزول کر دے؛ کیونکہ سلطان خود معزول نہیں ہوتا، البتہ وہ اپنے آپ کو معزول کر دے تو اور بات ہے اور یہ محال ہے'' لیکن علامہ شامیؒ کہتے ہیں کہ اس والی کی سلطنت مطلق نہیں ہے؛ بلکہ ایک معلوم مدت (سلطان کے بیٹے کے بالغ ہونے) کے ساتھ مقید ہے، چنانچہ جیسے ہی وہ بچہ بالغ ہوگا اس والی کی سلطنت خود بخود ختم ہو جائے گی۔ (ردالمحتار علی الدر المختار باب الامامۃ ص ۲۴۲ ج اول)

امامت صغریٰ:

امامت صغریٰ نماز کی امامت کو کہتے ہیں، اس کی شکل یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی نماز کو ایک ایسے امام کی نماز کے ساتھ جوڑ دے جس میں وہ تمام شرطیں موجود ہوں جو آگے آ رہی ہیں اور پھر وہ قیام، رکوع وسجود اور جلوس وغیرہ میں اس کی اقتداء کرے، اسی ''ربط'' اور جوڑنے کا نام امامت ہے اور یہ بات خوب واضح ہے کہ ربط کا یہ فعل اقتداء کرنے والے مقتدی کی طرف سے صادر ہوتا ہے، اس لیے کہ یہ لفظ افعال نماز میں مقتدی کا امام کی اتباع کرنے سے کنایۃ ہے، لہٰذا اگر مقتدی کی نماز باطل ہو جائے تو امام کی نماز باطل نہیں ہوتی، برخلاف اس کے کہ اگر امام کی نماز باطل ہو جائے تو مقتدی کی نماز بھی باطل ہو جاتی ہے، چونکہ وہ اپنی نماز کو امام کی نماز کے ساتھ جوڑ چکا ہے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج/اول ص ۳۵۸)

جماعت کے لیے کتنے آدمی ضروری:

امامت کے تحقق کے لیے امام کے علاوہ ایک آدمی یا اس سے زائد ہونا ضروری ہے، ایک فرد ہونے میں بالاتفاق عورت مرد کی کوئی تفریق نہیں، اگر امام کے علاوہ تنہا ایک بچہ ہو جو نابالغ ہو؛ لیکن ''ممیز'' عاقل ہو تو احناف وشوافع کے نزدیک امامت کا ثبوت ہو جائے گا اور حنابلہ اور مالکیہ کا قول اس کے خلاف ہے، وہ کہتے ہیں کہ تنہا نابالغ عاقل کے ساتھ جماعت وامامت کا تحقق نہیں ہوگا۔ (کتاب الفقہ ص ۳۵۸ ج ۱)

جماعت پنجگانہ کا حکم اوراس کی دلیل:

تمام مذاہب کے ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ فرض نمازوں میں امامت مشروع ومطلوب ہے، لہٰذا مکلّف آدمی کے لیے تنہا نماز پڑھنا مناسب نہیں، الّا یہ کہ کوئی عذر ہو، حنابلہ کہتے کہ جماعت پانچوں فرض نمازوں میں فرض عین ہے؛ لیکن ائمہ ثلاثہ میں سے کسی نے ان سے اتفاق نہیں کیا ہے، حنابلہ اوران کے متبعین کا استدلال بخاری شریف کی اس حدیث سے ہے "عن ابی هريرةؓ عن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال:والذی نفسی بيده لقد هممت أن آمر بحطب فيحتطب، ثم آمر بالصلاة فيؤذن لها، ثم آمر رجلا فيؤم الناس، ثم أخالف إلى رجال، فأحرق عليهم بيوتهم، والذی نفسی بيده لو يعلم أحدهم أنه يجد عرقا سمينا، أو مرماتين حسنتين لشهد العشاء"۔(بخاری حدیث نمبر ۶۰۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے قدرت میں میری جان ہے، میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کو لکڑیاں اکٹھی کرنے کا حکم دوں، پھر جب لکڑیاں اکٹھی ہو جائیں تو میں نماز کے لیے موذن کو اذان کا حکم دوں، پھر ایک آدمی کو حکم دوں کہ لوگوں کی امامت کرے، پھر میں لوگوں کے گھروں پر جاؤں اور (جو گھروں میں نماز پڑھ رہے ہوں) ان کے گھروں کو جلا دوں اور قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے قدرت میں میری جان ہے، اگر لوگوں کو پتہ چل جائے کہ ان کو گوشت کا بڑا ٹکڑا ملے گا، یا دو خوبصورت کمان (جس سے تیراندازی کر کے شکار کیا جائے) ملے گی تو وہ عشاء کی نماز میں (بھی) حاضر ہو جائیں۔

یہ حدیث فرضیت جماعت پر دلالت کرتی ہے، اس لیے کہ آگ میں جلانے کی سزا تو فرض کے ترک کرنے اور حرام کے ارتکاب پر ہی ملتی ہے اوراس سے یہ بھی لازم نہیں آتا ہے کہ ان کو بالفعل جلایا جائے، بلکہ اس سے صرف جماعت کا مہتم بالشان ہونا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کا اہتمام فرمانا معلوم ہوتا ہے، لیکن حدیث میں سوائے عشاء کی نماز کے دیگر نمازوں کا ذکر نہیں ہے، چنانچہ حنابلہ اوران کے متبعین اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں تو اس حدیث کو تنہا نماز عشاء کے لیے تو دلیل بنایا جاسکتا ہے، باقی چار نمازوں کے لیے اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

دوسرے علماء نے اس کے بہت سے جوابات دیئے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ حدیث زمانہ ابتداء اسلام کی ہے، جب کہ مسلمان بہت کم تعداد میں تھے اور عشاء کی نماز میں جماعت خاص طور سے لازم تھی، چونکہ یہ کاموں سے فراغت کا وقت ہوتا تھا، جب مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تو یہ حدیث ایک دوسری حدیث سے منسوخ ہوگئی، جس میں فرمایا گیا ہے "صلاة الجماعة تفضل بصلاة الفذ بسبع وعشرين درجةً"۔(مسند احمد ۲/۳۲۸، موطا امام مالک ۱/۱۲۹)

ترجمہ: جماعت کی نماز اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس گنا زیادہ افضل ہے، اس لیے یہاں افضلیت کا تقاضہ ہے کہ اشتراک فی الفضل ہو اور تنہا نماز پڑھنے کی فضیلت سے لازم آتا ہے کہ وہ بھی جائز ہے، لہٰذا متخلفین کے حق میں تحریق فی النار والی حدیث کا نسخ بالاتفاق ثابت ہوگیا اوراس سے جماعت کی فرضیت کا استدلال ضعیف ہے اور حنابلہ نے جماعت کی فرضیت پر قرآن کریم کی اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے "وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فلتقم طائفة منهم معك، وليأخذوا أسلحتهم فإذا سجدوا فليكونوا من وراءكم ولتأت طائفة أخرى لم يصلوا فليصلوا معك وليأخذوا حذرهم واسلحتهم"۔(سورہ نساء آیت نمبر ۱۰۲)

ترجمہ: اور جب تو ان میں موجود ہو پھر نماز میں کھڑا کرے، تو چاہئے ایک جماعت ان کی کھڑی ہو تیرے ساتھ اور ساتھ لے لیویں اپنے ہتھیار پھر جب یہ سجدہ کریں تو ہٹ جاویں تیرے پاس سے اور آوے دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی وہ نماز پڑھیں تیرے ساتھ اور ساتھ لے لیویں اپنا بچاؤ اور ہتھیار۔(ترجمہ شیخ الہند)

وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے حالت جنگ کے سخت موقع پر نماز

باجماعت کا مسلمانوں کو مکلّف بنایا ہے، اگر جماعت فرض نہ ہوتی تو ان کو اس حالت میں جماعت کا مکلّف نہ بنایا جاتا؛ لیکن دوسرے مذاہب کے علماء کی رائے اس سلسلہ میں یہ ہے کہ بے شک یہ آیت جماعت کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہے نہ کہ اس کے فرض عین ہونے کو بتاتی ہے، رہا یہ مسئلہ کہ ایسے خوف وشدت کی حالت میں جماعت کا اہتمام کیا جائے، جیسا کہ حنابلہ کا کہنا ہے تو یہ بالکل صحیح ہے؛ لیکن صحابہ کو ایسی کیفیت کے ساتھ نماز کی تعلیم دینا اس میں زیادہ احتیاط ہے، بالمقابل اس کے کہ وہ تنہا نماز پڑھتے، اس لیے کہ جو دستہ فوج کے سامنے ہوتا ہے وہ دوسرے گروہ کا محافظ ہوتا ہے تا کہ اگر دشمنوں کو ان پر حملہ کرنے کا موقع مل جائے تو نگراں فوج نماز پڑھنے والوں کو باخبر کردے اور وہ نماز کی نیت توڑ کر دشمن کا مقابلہ کریں، لہٰذا اس میں غایت درجہ کی احتیاط پائی گئی، ہاں یہ ضرور ہے کہ اولین مسلمانوں کے نزدیک یہ آیت جماعت کی اہمیت پر دلالت کرتی ہے؛ کیونکہ یہ لوگ خالق کائنات، اللہ رب العزت کی عظمت اور اس کی حقانیت اور لازوال ذات پر پورا یقین رکھتے تھے اور اپنے خالق کے سامنے نہایت ہی عاجزی وانکساری کا ذریعہ نماز کو سمجھتے تھے اور حالات کتنے ہی نازک وخطرناک کیوں نہ ہوں، اس میں تساہل کی گنجائش نہیں سمجھتے تھے، اس میں کوئی شک نہیں کہ نماز باجماعت بالاتفاق تمام ائمہ کے نزدیک مطلوب ہے، اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ پانچوں نمازوں میں جماعت فرض عین ہے یا نہیں؟ چنانچہ جمہور علماء کے نزدیک جماعت فرض عین نہیں ہے۔

احناف اس مسئلہ میں کہتے ہیں کہ فرض نمازوں میں جماعت سنت عین مؤکدہ ہے، اسی کو آپ چاہیں تو واجب بھی کہہ سکتے ہیں، اس لیے کہ صحیح قول کے مطابق سنت مؤکدہ ہی کو واجب کہتے ہیں، اور آپ بخوبی جانتے ہوں گے کہ احناف کے یہاں واجب کا درجہ فرض سے کچھ کم ہے اور واجب کا تارک فرض کے تارک سے کم گنہ گار ہوگا اور یہ بات پہلی رائے کے ساتھ متفق ہے؛ لیکن یہ لوگ مالکیہ سے بھی مسئلہ قتال اہل البلدۃ (یعنی شہر میں رہ کر جنگ کرنے والے) میں اختلاف کرتے ہیں، مالکی جو یہ کہتے ہیں کہ جماعت اس کے چھوڑ دینے کی وجہ سے سنت عین مؤکدہ ہے اور فرض نمازوں میں عاقل آزاد مردوں جن میں کوئی عذر نہ، ان کے لیے سنت ہے اور عورتوں اور بچوں کے لیے جماعت کا حکم اور امامت کی باقی شرطیں آگے آرہی ہیں۔ (کتاب الفقہ جلد اول ص ۳۶۰)

وجوب جماعت کے بیان میں علامہ علاؤالدین ابوبکر بن سعود الکاسانی نے فرمایا ہے کہ ہمارے مشائخ اس کے وجوب کے قائل ہیں امام کرخیؒ نے کہا کہ جماعت سنت ہے اور اس روایت سے استدلال کیا ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" صلاۃ الجماعة تفضل على صلاة الفرد بسبع وعشرين درجة، وفي رواية بخمس وعشرين درجة "۔

نماز باجماعت تنہا نماز پڑھنے سے ۲۷ گنا زیادہ افضل ہے اور ایک روایت میں ۲۵ / گنا زیادہ بھی ہے، تو یہاں نماز جماعت کی فضیلت کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے اور طریقہ مسنون کی علامت کے طور سے ذکر کیا گیا ہے اور جمہور کے قول کی بنیاد کتاب وسنت اور امت کا تواتر کے ساتھ اس پر عمل کرنا ہے۔

کتاب اللہ کی دلیل ارشاد باری ہے "واركعوا مع الراكعين" اس میں اللہ تعالی نے رکوع کرنے والوں کے ساتھ مل کر رکوع کرنے کا حکم فرمایا ہے، تو اس طرح گویا نماز باجماعت ادا کرنے کا حکم ہے اور مطلق حکم وجوب کے لیے ہوتا ہے۔

سنت کی دلیل یہ حدیث ہے" لقد هممت أن آمر رجلاً يصلي بالناس الى آخره" آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ میں ایک شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور پھر ان لوگوں کے پاس جا کر جو جماعت میں شریک نہ ہو کر پیچھے رہ گئے، ان کے گھروں کو جلا دوں، لہٰذا اس طرح کی وعید تو واجب ہی کے ترک کرنے پر وارد ہوتی ہے اور امت کا اس پر متواتر طریقے سے عمل کرنا بھی وجوب کی دلیل ہے، چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے

آج تک امت نے اس کی پابندی کی ہے اور اس کے تارک پر نکیر کی ہے، اس لیے یہ بھی وجوب کی دلیل ہے اور حقیقت میں یہ کوئی اختلاف نہیں ہے، صرف عبارت کا فرق ہے اس لیے کہ سنت مؤکدہ اور واجب برابر ہی ہوتے ہیں، خاص طور سے شعائر اسلام میں تو یہ بات ہے ہی، آپ کو معلوم ہی ہے کہ امام حسن کرخیؒ نے جماعت کو سنت کہا ہے اور پھر واجب کہہ کر اس کی تشریح کی ہے، فرمایا ہے "الجماعة سنة لا يرخص لأحد التاخر عنها الا لعذر، وهو تفسير الواجب عندالعامة" جماعت سنت مؤکدہ ہے بغیر کسی عذر کے کسی کے لیے جماعت چھوڑنا جائز نہیں ہے اور جمہور کے نزدیک یہاں سنت سے مراد واجب ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ اپنی کتاب ''ارکان اربعہ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''فرض نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا حکم ہے اور اسلام میں نماز کا مزاج اور اس کی صحیح شکل یہی ہے " وارکعوا مع الراکعین" (رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ) یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام اس پر اس طرح مداومت کرتے رہے کہ گویا وہ بھی نماز کا جز ہے اور نماز کے اندر داخل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں بھی اس کو ترک نہ فرمایا، صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوئے تو (نماز کے وقت) فرمایا کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے کہا نہیں! لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا برتن میں میرے لیے پانی رکھ دو، ہم نے رکھ دیا تو آپ نے وضو فرمایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھنا چاہا تو بے ہوش ہو گئے، پھر افاقہ ہوا تو آپ نے سوال فرمایا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے عرض کیا نہیں! وہ تو آپ کا انتظار کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا میرے لیے برتن میں پانی رکھ دو، آپ نے وضو فرمایا اور اٹھنا چاہا کہ پھر بیہوش ہو گئے، پھر جب افاقہ ہوا تو آپ نے پھر وہی سوال فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے پھر وہی جواب دیا کہ نہیں! وہ تو آپ کے انتظار میں ہیں، لوگوں کا یہ حال تھا کہ وہ مسجد میں بیٹھے عشاء کی نماز کا انتظار کر رہے تھے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لیے بلوا بھیجا''۔ (بخاری شریف حدیث نمبر ۶۲۹/۶۴۶)

صحابہ کرام جماعت کی پابندی کا جس قدر اہتمام کرتے تھے، اس کا اندازہ مندرجہ ذیل حدیث سے ہوگا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں ''آدمی کو اس حالت میں لایا جاتا کہ دو آدمی اس کو سہارا دیئے ہوئے ہوتے اور صف میں کھڑا کر دیا جاتا'' انہی سے دوسری روایت ہے ''جماعت سے صرف دو قسم کے آدمی پیچھے رہتے تھے وہ منافق جس کا نفاق سب کو معلوم ہو، یا مریض''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جماعت چھوڑنے والوں پر سخت نکیر فرماتے تھے، کتب صحاح میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو بعض نمازوں میں نہ دیکھا تو فرمایا میں سوچتا ہوں کہ ایک آدمی کو حکم دوں کہ وہ نماز پڑھائے پھر ان لوگوں کے پاس جاؤں جو جماعت سے پیچھے رہ جاتے ہیں پھر حکم دوں کہ لکڑیوں کو جمع کر کے ان کے گھر میں آگ لگا دی جائے۔

جماعت کی بعض حکمتیں اور آداب ومصالح

نماز باجماعت کے اندر اللہ تعالی نے بہت سی نازک حکمتیں اور مصلحتیں رکھی ہیں، ان میں بہت سے اجتماعی اور اخلاقی فوائد ہیں (مثلاً وحدت واجتماع اور تعاون وتعارف وغیرہ) جن پر علماء اسلام اور اہل قلم نے بہت کچھ لکھا ہے، اور بار بار اس کی تشریح ووضاحت کی گئی ہے، لیکن اس میں اس کے علاوہ بھی بہت سی نازک اور اہم حکمتیں ومصلحتیں ہیں، جن تک بہت سے معاصر اہل قلم واہل فکر کی رسائی نہیں ہوسکی۔

ان فوائد اور حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ ہے کہ جب بہت سے مسلمان اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہو کر امید کا دامن تھامے ہوئے، خوف سے بھرے ہوئے، سر تسلیم خم کئے ہوئے جمع ہوتے ہیں تو ان کے اس اجتماع کی وجہ سے برکتوں کا نزول ہوتا ہے، رحمتیں اترتی ہیں اور ان کو

اپنے سایہ میں لے لیتی ہیں، استسقاء کی اجتماعی دعا، جمعہ و جماعت اور حج کے اجتماعات کا راز یہی ہے۔

اس کی وجہ سے عبادات اور ان پر مداومت آسان ہوجاتی ہے اور اس کی تکمیل وترقی اور کثرت وزیادتی میں مقابلہ اور مسابقت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اگر ان عبادات میں انفرادیت یا ناواقفیت کی وجہ سے کوئی خلل واقع ہوجاتا ہے تو جماعت کی وجہ سے اس کو دور کرنے میں بڑی سہولت ہوتی ہے، نماز کے احکام وآداب کا سیکھنا اور سمجھنا سہل ہوجاتا ہے اور علماء وفقہاء اور اللہ کے مخلص بندوں کی نقل وپیروی کے بہتر مواقع حاصل ہوتے ہیں، اس کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ بعض اوقات بعض مخلص کے اخلاص، انابت اور توجہ الی اللہ کی وجہ سے پوری جماعت اللہ تعالی کے سایہ میں آجاتی ہے، اور کسی ایک مرد خدا کا صدق واخلاص بہت سے افسردہ وشکستہ دلوں کے لئے حیات نو کا پیغام اور بہت سی ہمتوں کے لیے مہمیز بن جاتا ہے اور ایک کی وجہ سے سب کی عبادت قبول ہوجاتی ہے، یہ بات نہ شرع کے خلاف ہے نہ عقل کے، اس لیے کہ اہل اخلاص اور اہل دل کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ "قوم لا یشقی بھم جلیسھم" (یہ لوگ جن کے پاس بیٹھنے والے کبھی محروم نہیں رہتے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صفوں کی درستی کا بڑا اہتمام تھا اور آپ ؐ اس میں انتشار اور ناہمواری کرنے والوں پر سخت نکیر فرماتے تھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جماعت کے فوائد اور "البنیان مرصوص" سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی شان، صفوں کی درستی کے بغیر کبھی حاصل نہیں ہوسکتی، اس کے علاوہ نماز اور جماعت درحقیقت پوری زندگی کی تربیت ہے، اگر کسی نے نماز بھی صحیح طریقہ سے پڑھنا نہ سیکھا تو دنیا وآخرت کا کوئی کام بھی اچھی طرح نہیں کرسکتا۔ (ارکان اربعہ صفحہ ۸۳)

بدعت ،تحریف اورانتشار سے حفاظت کے لیے جمعه اور جماعت کی اهمیت وضرورت!

جمعہ اور جماعت کا اس دین کی سلامتی وحفاظت اور اسلامی شریعت اور دینی ماحول کی ان بنیادوں کے بقا واستحکام میں بڑا دخل ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام امت کے لیے چھوڑ گئے تھے، اس کی وجہ سے یہ دین تحریفات کا شکار ہونے اور بازیچۂ اطفال بننے سے محفوظ رہا، اگر خدانخواستہ مسلمان یہ دو چیزیں جمعہ اور اور جماعت ترک کردیتے اور اپنے اپنے گھروں میں نماز ادا کرلیا کرتے تو اس وقت ان نمازوں کی شکل وصورت تک پہچانی نہ جاتی، یا کم از کم وہ بہت کچھ اپنی ابتدائی اور اصلی شکل کھوچکی ہوتیں، اور ان میں بڑا اختلاف پیدا ہوجاتا، اس کے نتیجہ میں مسلمانوں میں نماز کے مختلف نمونے رائج ہوجاتے اور جس طرح ان کی مدنی اور اجتماعی زندگی کے مختلف مظاہر اور رخ ہیں، اسی طرح ان کی عبادتوں اور نمازوں کے بھی مختلف مظاہر اور مختلف انفرادی اور مقامی نمونے بن جاتے اور یہودیت ونصرانیت اور ہندوستان کے مشرکانہ مذاہب کی طرح ہر شہر اور ہر ملک کے مسلمان ایک نئی طرز کی نماز پڑھتے نظر آتے، اس لحاظ سے ''جماعت'' عبادات میں وحدت ویکسانیت اور احکام کی حفاظت کا بہت اہم اور مؤثر ذریعہ ہے۔

ان مذکورہ بالا حکمتوں اور مصلحتوں نیز اور بہت سے دوسرے مصالح کی بنا پر (جن کو اللہ تعالی کے سواء اور کوئی نہیں جانتا) جماعت سے نماز، انفرادی نماز سے بدر جہا افضل قرار دی گئی ہے، حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ''جماعت کے ساتھ آدمی کی نماز گھر میں یا دکان پر نماز پڑھنے سے پچیس درجہ افضل ہے، اس لیے کہ جب وہ وضو کرتا ہے اور اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر مسجد کی طرف چلتا ہے اور صرف نماز اس کی غرض ہوتی ہے تو اس کے ہر قدم پر ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے اور ایک گناہ معاف کیا جاتا ہے، جب وہ نماز شروع کرتا ہے تو جب تک وہ اپنے مصلے سے نہیں ہٹتا اس وقت تک فرشتے اس پر رحمت وسلام بھیجتے رہتے، ہیں اور یہ کہتے ہیں "اللّٰھم صل علیه اللّٰھم ارحمه" (اے اللہ اس پر اپنا سلام ورحمت بھیجئے، اے اللہ اس پر رحم فرمایئے) اور جب تک کوئی آدمی نماز کے انتظار میں رہے گا، نماز ہی میں سمجھا جائے گا، حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ''جماعت

کے ساتھ نماز انفرادی نماز سے ستائیس درجہ افضل ہے''۔

جمعہ ،جنازہ اورنوافل نماز میں جماعت کا حکم

پانچوں وقت کی فرض نمازوں میں امامت کا حکم، آپ جان چکے ہیں، اس کے علاوہ باقی دیگر نمازوں مثلاً جنازہ، جمعہ، عیدین، کسوف، استسقاء وغیرہ نوافل میں جماعت کا حکم کیا ہے؟ پس جمعہ اور عیدین کی صحت کے لیے جماعت شرط ہے، تراویح اور جنازہ میں جماعت سنت کفایہ ہے اور نفل نمازوں میں مطلقاً مکروہ ہے، غیر رمضان میں وتر کا بھی یہی حکم ہے، اور رمضان کے وتر کی جماعت میں دو قول ہیں: پہلا یہ ہے کہ رمضان کے وتر میں جماعت مستحب، دوسرا یہ کہ غیر مستحب ہے لیکن جائز ہے اور یہی زیادہ راجح ہے۔

امامت واقتداء کے شرائط:

نماز میں امام کی اقتداء کرنے کے لیے دس شرطیں ہیں:

(۱) مقتدی کا اقتداء کی نیت کرنا۔

(۲) مقتدی وامام دونوں کی جگہ کا ایک ہونا۔

(۳) دونوں کی نماز کا ایک ہونا۔

(۴) امام کی نماز کا درست ہونا۔

(۵) عورت کا برابر میں نہ ہونا۔

(۶) مقتدی کا امام کے پیچھے رہنا آگے نہ بڑھنا۔

(۷) مقتدی کو امام کے ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہونے کا علم ہونا۔

(۸) مقتدی کو امام کے سفر وحضر کی حالت کا علم ہونا۔

(۹) سبھی ارکان میں دونوں کا شریک رہنا۔

(۱۰) شروط وارکان نماز میں مقتدی کا امام کے مثل یا اس سے کم ہئیت میں ہونا۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ دراصل یہ شرائط تو اقتداء کے لیے ہیں، امامت کے شرائط صاحب نورالایضاح نے الگ سے لکھیں ہیں کہ صحیح مردوں کے لیے امامت کی چھ شرطیں ہیں:

(۱) مسلمان ہونا (۲) بالغ ہونا (۳) عاقل ہونا

(۴) مرد ہونا (۵) قاری ہونا

(۶) نکسیر چھوٹنے، ہکلے پن، آواز کے ساتھ ہوا خارج ہونے اور فوفو کی آواز آنے، یا توتلے پن وغیرہ جیسی بیماریوں سے صحیح وسلامت ہونا، کسی ایک بھی شرط کا فقدان نہ ہو، مثلاً طہارت وستر عورت کا۔

صحیح مرد کہہ کر صحیح عورتوں سے، بچوں سے اور غیر صحیح مردوں سے احتراز کیا ہے؛ کیونکہ عورتوں کی امامت میں مذکر کی اور بچوں کی امامت میں بلوغ کی اور غیر صحیح مردوں کے لیے امامت میں صحت کی شرط نہیں ہے، البتہ امام کا حال مقتدی کے حال سے کچھ اچھا یا اس کے مساوی ضرور ہونا چاہئے۔

میرے خیال سے مذکورہ بالا تفصیل سے آپ تو سمجھ ہی چکے ہوں گے کہ امامت ہی درحقیقت اقتداء کی غایت ومقصد ہے، اگر اقتداء صحیح نہ ہو تو امامت ثابت نہیں ہوگی، اس لیے مذکورہ دس شرطیں بھی امامت ہی کی ہیں؛ کیونکہ امامت موقوف ہے اقتداء کے صحیح ہونے پر، ایسے ہی امامت کی مذکورہ چھ شرطیں اقتداء کے لیے بھی ضروری ہیں، اس لیے کہ ان چھ کے بغیر اقتداء بھی صحیح نہ ہوگی، چنانچہ سولہ کی سولہ شرطیں امامت و اقتداء دونوں کے لیے ضروری ہیں؛ لیکن چونکہ دس کا تعلق مقتدی سے ہے اور چھ کا تعلق امام سے ہے اس لیے جن چھ کا تعلق امام سے ہے ان کو الگ بیان کردیا سمجھا اور جن دس کا تعلق اقتداء سے ہے ان کو الگ تحریر کردیا۔

امامت کی صحت کے لیے کچھ شرطیں:

(۱) امام کا مسلمان ہونا، غیر مسلم کی امامت بالاتفاق جائز نہیں، چنانچہ اگر کسی نے ایک ایسے شخص کے پیچھے نماز ادا کی جو اپنے آپ کو مسلمان بتلاتا ہے اور بعد میں پتہ چلا کہ وہ کافر ہے تو وہ نماز جو اس کے پیچھے پڑھی باطل ہے اور اس شخص پر اس نماز کا لوٹانا واجب ہے، بعض لوگوں کا گمان ہے کہ یہ صورت نادر الوقوع ہے، مگر واقعہ اس کے خلاف ہے، بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ غیر مسلم مسلمان کا لبادہ اوڑھ کر مسلمان کے بھیس میں (مادی اغراض کے تحت) ورع وتقوع جتاتا رہتا ہے تاکہ

اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکے، جب کہ اصلاً وہ کافر ہی ہوتا ہے۔

(۲) بالغ ہونا بھی امامت کے لیے شرط ہے، لہٰذا کسی بالغ کے لیے جائز نہیں ہے کہ ایسے نابالغ بچے کے پیچھے فرض نماز پڑھے جو عقل مند اور ہوشیار تو ہو مگر بالغ نہ ہو، ائمہ ثلاثہ کا اس پر اتفاق ہے، البتہ شوافع کا اس میں اختلاف ہے اور احناف کا کہنا ہے کہ صحیح قول کے مطلق بالغ کے لیے بچہ کی اقتداء کرنا صحیح نہیں ہے، چاہے نماز فرض ہو یا نفل، ہاں عقلمند نابالغ بچہ کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے ہی جیسے نابالغوں کی امامت کرے، اس میں سبھی علماء کا اتفاق ہے۔ واللہ اعلم

(۳) مرد ہونا بھی امامت کی شرط ہے، عورت اور مخنث (ہجڑے) کی امامت مردوں کے لیے جائز نہیں، البتہ اگر مقتدی صرف عورتیں ہوں تو پھر یہ شرط نہیں بلکہ صحیح ہے کہ عورتوں کی امامت انہیں جیسی عورت کرے یا مخنث کرے، یہ بات ائمہ ثلاثہ کے نزدیک متفق علیہ ہے، مالکیہ کا اس میں اختلاف ہے۔

(۴) عاقل ہونا بھی امامت کی شرط ہے، پاگل کی امامت درست نہیں جب کہ پاگل پن مستقل طور سے ہو، اگر ایسا ہو کہ کبھی تو پاگل ہو جاتا ہو اور کبھی ٹھیک ہو جاتا ہو تو حالتِ افاقہ میں اس کی امامت درست ہے اور حالتِ جنون میں بالاتفاق ناجائز ہے۔

(۵) امامت کے لیے قاری ہونا بھی شرط ہے جب کہ مقتدی بھی قاری ہو، اگر مقتدی قاری، غیر قاری امام کی اقتداء کرے تو امامت درست نہ ہوگی اور یہ شرط اسی قدر ہے کہ جتنی مقدار پڑھنے سے نماز درست ہو جائے گی (ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں) اتنی مقدار قرأت اچھی طرح کر سکے، اور ایسے امام کے پیچھے پڑھا لکھا قاری بھی اقتداء کرے تو درست ہے، اگر بالکل اُمّیؐ ان پڑھ ہے تو پھر اسی جیسے ان پڑھ لوگوں کے لیے تو جائز ہے، قاری کے لیے جائز نہیں، خواہ وہاں کوئی ایسا قاری بھی ہو جو قاری و امی دونوں کی امامت کرا سکے یا نہ ہو، ائمہ ثلاثہ کا اس میں اتفاق ہے اور مالکیہ کا اس میں اختلاف ہے۔

(۶) کسی عذر کا نہ ہونا مثلاً: پیشاب کے قطروں کا مسلسل ٹپکنا، مستقل دست وغیرہ کا ہونا، ریح خارج ہو جانا، نکسیر جلد پھوٹ جانا وغیرہ اگر امام میں یہ بیماریاں پائی جائیں تو کسی تندرست آدمی کے لیے اس کی امامت جائز نہیں، البتہ متحد المرض کے لیے جائز ہے، اگر امام و مقتدی کی بیماری مختلف ہوں مثلاً: امام کو پیشاب کی اور مقتدی کو نکسیر کی بیماری ہو تو ان دونوں کے لیے ایک دوسرے کی امامت درست نہیں، یہ احناف اور حنابلہ کا متفق علیہ مسلک ہے، اور شوافع اور مالکیہ کا اس میں اختلاف ہے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد اول صفحہ ۳۶۳)

ظاهری وباطنی نجاست سے پاک هونا:

امام کے لیے ایک متفق علیہ شرط یہ ہے کہ وہ ظاہراً و باطناً پاک ہو (یعنی نہ تو محدث ہو اور نہ اسکے بدن پر نجاست لگی ہوئی ہو) اگر ایسے امام کے پیچھے کوئی نماز پڑھے جو محدث ہو یا بدن پر گندگی لگی ہوئی ہو تو اس کی نماز باطل ہے، جس طرح خود امام کی نماز باطل ہو جاتی ہے، البتہ شرط یہ ہے کہ امام کو اس نجاست کا علم ہو اور پھر جان بوجھ کر نماز پڑھائے، اگر ایسا نہیں ہے تو پھر نماز باطل نہ ہوگی، اس کی مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔

وہ اعذار جن کی وجه سے جماعت ساقط هوجاتی هے

مندرجہ ذیل اعذار کی بناء پر جماعت ساقط ہو جاتی ہے:

(۱) سخت بارش ہونا

(۲) سخت جاڑا ہونا

(۳) کیچڑ جس سے چلنے میں تکلیف ہوتی ہو

(۴) بیماری کا ہونا

(۵) کسی ظالم کا خوف ہونا

(۶) کسی قرضخواہ کے ڈر سے جب کہ قید کر لینے کا خوف ہو بشرطیکہ مقروض تنگدست ہو

(۷) اندھا ہونا جب کہ کوئی رہنما نہ ملے اور خود سے راستہ نہ دیکھ سکے، اس کے علاوہ دوسرے اعذار بھی ہیں۔

پس منظر

انصاف، عدالتیں اور دار القضاء

حضرت مولانا محمد ولی رحمانی سجادہ نشین خانقاہ رحمانی مونگیر، بہار

کسی بھی سماج میں اختلاف اورنزاع فطری بات ہے، ایسے معاملات کوحل کرنے کے لیے لوگ خاندان اورسماج کے تجربہ کار بزرگوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اوران کے فیصلہ کو مانتے ہیں، یہ اختلاف ذرا بڑا ہوتو اکثر وبیشتر حضرات خاندان اور سماج کے بزرگوں کے بجائے حکومت کی عدالتوں میں جاتے ہیں، صرف اس لیے کہ عدالتیں اپنے فیصلہ کو نافذ کرانے کے لیے پولیس کی طاقت اور حکومت کی صلاحیت بھی رکھتی ہے اس طاقت وصلاحیت کے لیے قانون اسلامی کی اصطلاح میں قوت نافذہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے، یہ قوت نافذہ یا پولیس کی طاقت اور حکومت کی صلاحیت ''فیصلہ'' کا حصہ نہیں ہے، فیصلہ کا مطلب ہے قانون کے مطابق حق اور سچ کا اظہار، کسی بھی معاملہ میں سچ کو جھوٹ سے الگ کرنا، دعوی اور دلیل کی مطابقت دیکھنا، شہادتوں کا جائزہ لینا، فیصلہ کرنے والے کی بنیادی ذمہ داری ہے۔

فیصلہ کرنے والوں کی فطری صلاحیت، علمی لیاقت اور صحیح نتیجہ تک پہنچنے کی قوت یکساں نہیں ہوتی، جیسے جیسے وقت گزرتا جارہا ہے، فیصلہ کرنے والوں کی غیر جانبداری بھی مشتبہ ہوتی جارہی ہے، یہ غیر جانبداری فیصلہ کرنے والے کے لیے بہت اہم ضرورت اور بڑی قیمتی صفت ہے، اسلامی قانون کی زبان میں فیصلہ کرنے والے کے لیے ''عدالت'' کی شرط بھی ہے، جس کے دائرہ میں غیر جانبداری بھی آتی ہے، حکومت کی عدالتوں میں فیصلہ کرنے والوں کے لیے بھی یہ شرط موجود ہے اور ججوں سے یہ امید کی جاتی ہے کہ وہ وطن سے محبت اور قانون کے احترام کے جذبہ کے تحت غیر جانبدار رہیں گے اور ایسا فیصلہ کریں گے جوان کی لیاقت، قابلیت اور شہادت کے لحاظ سے درست ہو، ان فیصلوں میں سچ کی حمایت اور حق کا اظہار ہوگا، غیر جانبداری اور دیانتداری ہر حال میں برقرار رہے گی۔

اولاً فیصلے کرنے والوں کی فطری صلاحیت اور علمی لیاقت میں بڑا فرق وفاصلہ ہوتا ہے، دوسرے یہ بھی حقیقت ہے کہ وطن عزیز میں عدالتوں کی غیر جانبداری اور شک وشبہ سے بالاتر دیانتداری پر بھی انگلیاں اٹھنے لگی ہیں اور مختلف پہلوؤں سے ایسے سوالات سامنے آرہے ہیں جو ججوں کی ایمانداری پر پائی جانے والی بے چینی کو ظاہر کرتے ہیں، یہ آوازیں ابھی بلند نہیں ہیں، نہ کسی گروپ یا جماعت نے اس کو اپنے ایجنڈا کا حصہ بنایا ہے، جس کی وجہ احترام عدالت کا قانون (آرٹیکل ۲۱۵) کنٹمپٹ آف کورٹ ہے، لیکن عدالتوں کے بارے میں دانشوروں کا ذہن بہت صاف نہیں ہے اور نہ ان کی ایمانداری اور غیر جانبداری پر بہت زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے۔

یہ کوئی ڈھکی چھپی حقیقت نہیں ہے کہ سپریم کورٹ کے فاضل اور قابل احترام ججوں کے سامنے بھی یہ حقیقت رہی ہے، شاید اسی لیے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے جی بالا کرشنن کو یہ کہتے ہوئے ججوں کا دفاع کرنا پڑا کہ ''محض مٹھی بھر جج الزامات کے گھیرے میں ہیں، میرے خیال میں اونچی عدالتوں کے جج صاحبان میں بڑے پیمانہ پر بھرسٹاچار پھیلا ہوا نہیں ہے''، چیف جسٹس محترم نے یہ بھی کہا کہ ''ججوں کو اپنی جائیداد کی سالانہ تفصیل بتانا ضروری نہیں''۔

واضح رہے کہ یہ سوال چیف جسٹس محترم سے اسی پس منظر میں کیا گیا تھا کہ جسٹس ایس پی بھروچا نے کہا کہ ۲۰ر فیصد جج بے ایمان ہیں، اسی طرح ادارہ ٹرانسپرنسی انٹرنیشنل کے ایک سروے کے مطابق ۶۳ر

فیصد دیس کے رہنے والوں نے عدلیہ کو بے ایمان بتایا تھا، چیف جسٹس محترم نے اس پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ ''میری رائے ہے کہ موجودہ جسٹس حضرات میں بے ایمانوں کی اتنی بڑی تعداد نہیں ہے، یقینی طور پر یہ اعداد و شمار مبالغہ آمیز ہیں''۔ (روزنامہ ہندوستان ایکسپریس)

مختلف وجوہ کی بناء پر عدالتوں کے نظم کو مرحلہ وار بنایا گیا ہے اور مقامی عدالتوں کے بعد ضلع کی عدالتیں ہیں، پھر صوبہ کی عدالتیں اور سب کے اوپر سپریم کورٹ ہے، یہ مرحلے اس لیے بھی بنائے گئے ہیں تا کہ مدعی یا مدعا علیہ کو ''انصاف ملنے میں'' کسی کمی کوتاہی کا احساس ہو، تو وہ عدالت بالا سے رجوع کر سکے، یہ بھی واقعہ ہے کہ ہماری عدالتوں میں انصاف بہت دیر سے ملا کرتا ہے اور انصاف تک پہنچنے کے مرحلے بہت گراں ہوگئے ہیں، عدالتوں پر کاموں کا بوجھ روز بروز بڑھتا جارہا ہے، اور وکلاء کی فیس بڑے شہروں میں رہنے اور مقدمہ کی پیروی کے لیے ہونے والے گرانبار اخراجات بعض دفعہ کمزور حقداروں کی حق سے دستبردار ہونے اور تھک کر گھر بیٹھ جانے پر بھی مجبور کر دیتے ہیں۔

عدالتوں میں وکیلوں کی فیس لاکھ دو لاکھ روپئے عام بات ہے، پھر وکلاء کی باہمی ملی جلی تدبیروں اور دیر سے فیصلہ کرانے کی تکنیک کی وجہ سے بھی فیصلوں میں بہت دیر لگ جاتی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے کورٹ کا یہ بھی ریکارڈ ہے کہ ایک مقدمہ کا فیصلہ ۱۳۶؍سال پر ہوا، جب کہ مدعی اور مدعی علیہ کی کئی پشتیں ختم ہوگئیں اس دوران ملک غلامی سے آزاد ہوا اور حکومتوں پر حکومتیں بدلتی رہیں، جج آتے اور جاتے رہے، فیصلہ ٹلتا رہا اور جب آخری فیصلہ ہوا تو ۱۳۶؍سال گزر چکے تھے، حکومت اور عدالتوں کو بھی اس تاخیر کا پورا احساس ہے، اس لیے ہر سطح پر ججوں کی تعداد بڑھائی جارہی ہے، نئے نئے صوبے بنے تو ان کے ہائی کورٹ بھی نئے بنے، اس طرح عدلیہ کو چست درست بنانے اور جلد انصاف دلانے کا جذبہ اور عمل جاری ہے۔

عدالتوں میں پھر بھی فیصلہ میں بڑا وقت لگ جاتا ہے، میرے علم میں ایک پڑھے لکھے گھرانہ کا عائلی مقدمہ ہے، جن میں بیوی اور شوہر دونوں معیاری تعلیم یافتہ تھے، اور شادی کورٹ سے رجسٹرڈ کرائی گئی تھی دو اولاد بھی ہوئی، مگر علیحدگی کی ضرورت پڑ گئی، طلاق کا اختیار کورٹ کو تھا، معاملہ زیریں عدالت میں پہنچا تو بات علیحدگی سے زیادہ اسباب علیحدگی کی آ گئی، پھر گھر کے قضیہ عدالت میں بیان ہوئے اور اندرونی جھگڑوں نے عدالت میں رگڑے کی شکل لی اور ایسی بحثیں ہوئی کہ اللہ کی پناہ، تقریباً تیرہ سال بعد نچلی عدالت سے فیصلہ ہوا تو معاملہ اوپر کی عدالت میں لے جایا گیا، پھر تاریخ پہ تاریخیں! ع

آہ کو چاہئے ایک عمر اثر ہونے تک

کچھ دنوں بعد مجھ سے ملاقات ہوگئی تو صاحب معاملہ کہنے لگے ''آپ کے یہاں اچھا ہے کہ طلاق دے کر چھٹکارا ہو جاتا ہے، یا خلع اور فسخ کی راہ بن جاتی ہے، میں ریٹائرڈ ہو جاؤں گا تب دوسری شادی کی نوبت آ سکے گی''۔

سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس میں کاموں کا بوجھ اتنا بڑھ چکا ہے کہ لاکھوں مقدمات برسوں سے فیصلہ کے انتظار میں ہیں اور چند سال پیشتر کے اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ ان عدالتوں میں چھتیس لاکھ سے زیادہ مقدمات پنڈنگ ہیں، مقدمات کو جلد نمٹانے کے لیے مرکزی حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ سپریم کورٹ میں ججوں کی تعداد پچیس سے بڑھا کر تیس کر دی جائے لیکن خود سپریم کورٹ میں جتنے مقدمات زیر سماعت یا زیر فیصلہ ہیں، ان کی مجموعی تعداد کے مقابلہ میں پانچ ججوں کے اضافہ سے کوئی بڑی تبدیلی نظر آنے والی نہیں ہے، یہ اضافی تعداد صرف سولہ سترہ فیصد مقدمات کے تصفیہ میں آسانی پیدا کر سکیں گے، اور فیصلہ کی رفتار سولہ سترہ فیصد بڑھے گی، جب کہ انصاف کا تقاضہ ہے کہ سپریم کورٹ کی رفتار کم از کم سو فیصد تیز کی جائے، تا کہ روزانہ جتنے مقدمات سپریم کورٹ میں آ رہے ہیں کم از کم روز اتنے ہی مقدمات فیصل ہوتے رہیں، پھر بھی جو مقدمات پنڈنگ میں ہیں، ان کے فیصلہ کی راہ نکالنا سپریم کورٹ اور حکومت کی ذمہ داری ہے۔

یہ ساری حقیقتیں عدالتوں اور حکومتوں کی نگاہ میں ہیں، اسی لیے

انصاف جلد دلانے کے لیے مختلف قسم اور درجوں کے کورٹ بنائے گئے ہیں، مختلف ڈپارٹمنٹ کے اپیلیٹ کورٹ ہیں، محکمہ ٹیلی فون کا ڈپارٹمنٹل کورٹ ہے، بیچنے اور خریدنے والے کے درمیان پیدا ہونے والے جھگڑوں کو دور کرنے کے لیے کنزیومر کوٹ ہے اور مرکز صوبہ سے لے کر ضلع کی حد تک اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں، اس میں جوڈیشیل سروس کے علاوہ سماجی کارکن، قانون داں اور دانشور بھی فیصلہ کرنے والوں میں شامل ہوتے ہیں، چاہے انہیں قانون سے اچھی واقفیت ہو، یا نہیں! ہر ضلع میں لوگ عدالت بنائی گئی ہے، اس میں جوڈیشیل سروس کا ایک نمائندہ ہوتا ہے اس عدالت کے ارکان میں وکیل کے علاوہ سوشل ورکر بھی ہوتے ہیں، جو قانون نہ جانتے ہوئے بھی فیصلہ میں شریک ہوتے ہیں، اس کورٹ میں زیادہ تر قرض اور زمین کے معاملات آتے ہیں۔

اسی طرح فاسٹ ٹریک کورٹ کا نظم کیا گیا ہے، جسے ویوہار نیایالے کہا جاتا ہے، اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ فیصلے جلد اور کم خرچ میں ہوں، فیملی کورٹس بھی بنائے گئے ہیں، جن کا دائرہ فیملی امور تک محدود ہے اور اب پنچایتی راج نظام کے تحت ہر ایک سرپنچ کو مختصر ٹریننگ کے بعد فیصلہ کا اختیار دیا جاتا ہے، یہ سرپنچ فیملی معاملات کو بھی اپنے اپنے دائرہ کار میں فیصلہ کیا کرتے ہیں، مکھیا اور وارڈ ممبر، سمیتی ممبر کی الیکشن کے نتیجہ میں ہر گاؤں ذہنی اعتبار سے الگ الگ شخصیتوں کے گرد گھومتا ہے، ان کے درمیان سرپنچ پر فیصلہ کی ذمہ داری دی گئی ہے، جو لازمی طور پر کسی ایک حلقہ اور گروپ سے وابستہ ہوتا ہے، جس کی تعلیمی صلاحیت کا کوئی معیار نہیں ہے، وہ کتنے صحیح اور غیر جانبدار فیصلے کرسکتا ہے؟ اس پر کسی بھی رائے زنی کی ضرورت نہیں ہے۔

حکومت نے ان سارے سسٹم کو نافذ کیا ہے، تاکہ دوسرے معاملات کے ساتھ ساتھ فیملی معاملات طے پائیں، حکومت نے فیملی معاملات کے فیصلہ کا اختیار ان لوگوں کو بھی دیا ہے جس کا علم نہ ہونے کے برابر اور جن کی غیر جانبداری شک وشبہ کے دائرہ میں رہتی ہے، پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ حکومت ہند نے ناگا قبائل سے جو معاہدہ کیا تھا، اس میں ان کے رواجی قوانین کو بڑی اہمیت دی گئی، یہ رواجی قوانین نہ مذہبی ہیں اور نہ لکھے ہوئے ہیں، اس معاہدہ کے تحت ناگا قبائل کے قوانین کو نہ پارلیمنٹ کے ذریعہ بدلا جاسکتا ہے اور نہ سپریم کورٹ کا فیصلہ ان پر اثر انداز ہوسکتا ہے، ناگا قبائل کی پنچایت کا فیصلہ ناگاؤں کے لیے فائنل ہے اور معاہدہ کے تحت عدالتیں ان فیصلوں کے مقابلہ میں کچھ نہیں کرسکتیں۔

مختلف ذاتوں کی اپنی اپنی پنچایت ہے، جہاں ان کے معاملات کا فیصلہ ہوتا ہے اور اس ذات سے تعلق رکھنے والے شادی بیاہ، تقسیم جائیداد، لین دین، مار پیٹ جیسے معاملات کے فیصلے اسی پنچایت میں ہوتے ہیں اور سماجی تنظیم کے بل بوتے پر انہیں نافذ کیا جاتا ہے ان میں خاص طور پر گوجر سماج، مینا سماج، ماڑواری سماج کی الگ الگ علاقوں میں پنچایتیں ہیں، جو فیصلے کیا کرتی ہیں، اسی طرح دلت سماج میں علیحدہ علیحدہ ذاتوں کی علاقہ وار پنچایت کا عام رواج ہے، مختلف علاقوں میں آدیباسیوں کی بھی پنچایت موجود ہے، جو آدیباسی رواج اور روایت کے پیش نظر فیصلے کرتی ہے اور عام طور اسے جھگڑا توڑ کہا جاتا ہے۔

وطن عزیز ہندوستان میں فیصلے کرنے اور انصاف پانے کے یہ بہت سے طریقے ہیں، جن میں بہت سارے سرکاری ہیں اور اچھی خاصی تعداد غیر سرکاری کی بھی ہے، یہ غیر سرکاری عدالتیں یا پنچایتیں بھی انصاف کرتی ہیں اور متعلق لوگ ان کے فیصلوں کو رضا کارانہ قبول کرتے ہیں، سرکاری عدالتیں نہیں سمجھتیں اور نہ حکومت یہ مانتی ہے کہ یہ پنچایتیں یا عدالتیں سرکاری عدالتوں کے متوازی ہیں یا ان کی وجہ سے اسٹیٹ اندر اسٹیٹ کی صورت پیدا ہو رہی ہے، پورے ملک میں پھیلی چھوٹی چھوٹی پنچایتیں سرکاری عدالتوں کے بوجھ کو ہلکا اور کام کو آسان کرتی ہیں، پھر آربٹریشن ایکٹ Arbitration Act خود غیر سرکاری طریقہ فیصلہ کی ہمت افزائی کرتا ہے اور ثالثی کے ذریعہ آسانی کے ساتھ انصاف پانے کی راہ کو قانونی تحفظ دیتا ہے۔

ان شکلوں کی موجودگی میں گھریلو امور کے حل اور عائلی اختلافات کو دور کرنے اور مسلمانوں میں شریعت کے مطابق فیصلہ پانے کے لیے دارالقضاء کے نظم کو قائم کرنا مفید ہے اور اسے پھیلانا سماجی برائی کو دور کرنے کا ذریعہ ہے، اور نہ صرف آربٹریشن ایکٹ کے پیش نظر دارالقضاء کو ایک مفید سماجی سسٹم ماننا چاہیے، بلکہ حکومت کے طرزِ عمل ''آسان فیصلہ اور جلد فیصلہ'' کے زاویہ نظر سے اسے دیکھنا چاہیے، دارالقضاء کے قاضی شرعی علم، اصول شہادت اور رفع نزاع کے ماہر اور تربیت یافتہ ہوتے ہیں، وہ دیانت اور عدالت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں اور تصفیہ کے کام کو خدا کی رضا اور باہمی جھگڑوں کو مٹانے کے جذبہ سے کیا کرتے ہیں۔

قلم کار حضرات متوجہ ہوں!

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لیے اپنے دینی، اصلاحی، ادبی، دعوتی، تاریخی اور تحقیقی مضامین ارسال فرما کر اس دعوتی مشن کو آگے بڑھانے میں ہمارا تعاون کریں۔

☆ مضامین خوشخط، صاف اور کاغذ کے صرف ایک طرف ہی تحریر فرمائیں۔

☆ مضامین ارسال کرتے وقت رسالہ کے معیار اور علمی ذوق کا خاص لحاظ رکھیں۔

☆ شائع شدہ مضامین شامل اشاعت نہیں ہوں گے۔

☆ ناقابل اشاعت ہونے کی صورت میں مضامین واپس نہیں کیے جائیں گے۔

نیز نقوش اسلام کے اندر شامل مضامین میں قلم کار حضرات جو رائے پیش کرتے ہیں، وہ ان کی اپنی ذاتی رائے ہوتی ہے، اس سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

اپیل برائے غلّہ

بحمد للہ! مغربی یوپی کے اس معروف وقدیم مدرسہ انوار القرآن نعمت پور کا آغاز وافتتاح حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے ہم درس جاں نثارِ قوم وملت، عارف باللہ حضرت قاری عبدالرحیم صاحبؒ کے مبارک ہاتھوں بشکل چھپر چونسٹھ (64) سال قبل ہوا تھا، آج ماشاء اللہ ساڑھے دس ہزار مربع گز رقبہ میں (52) باون کمرے، دومنزلہ ''قادریہ مسجد'' دفاتر وگودام اور مطبخ وغیرہ تعمیرات ہیں، نظم ونسق (11) شعبوں میں تقسیم ہے (30) مدرسین وملازمین کا باصلاحیت عملہ اور (600) چھ سو سے زائد طلباء وطالبات تعلیم وتعلم میں مشغول ہیں (450) طلباء کے جملہ مصارف کا مدرسہ کفیل ہے، عربی سال چہارم، قرآن کریم مع ترتیل وتجوید، عصری تعلیم ہندی، انگلش، اردو درجہ پانچ تک معیاری ہو رہی ہے، اس سال (60) طلباء اور طالبات نے فراغت پائی ہے (6050) نونہالان اسلام ہنوز فیض پا چکے ہیں، سالانہ مصارف علاوہ تعمیرات (35) لاکھ روپے زر نقد اور (650) کنٹل اجناس ہے، اب فصل گندم کا زمانہ ہے، اچھی قسم کے گندم کے نرخ (1100) روپے فی کنٹل ہے، حال میں تقریباً (4) چار سو کنٹل غلہ خریدنا ہے، جب کہ مدرسہ ایک معتدبہ رقم کا مقروض بھی ہے۔

مدرسہ کی دومنزلہ ''مسجد قادریہ'' کی تعمیر چل رہی ہے، اس مسجد کی تکمیل غلہ کی خریداری نیز قرض کی ادائیگی جیسی اہم ضروریات کے لیے تمام دردمندان ملت سے عموماً اور آنجناب سے خصوصاً انتہائی ضرورت مندانہ گزارش ہے کہ بساط بھر مالی تعاون دستی یا ڈاک سے ارسال فرما کر عزیز طلبہ کی نمازوں اور قیام وطعام میں طمانیت وراحت کا ذریعہ بن کر اپنے لیے صدقۂ جاریہ بہم پہنچا کر عنداللہ ماجور ومثاب ہوں، حق تعالیٰ آں محترم کو اور پوری امت مسلمہ کو اپنی حفظ واماں میں رکھے۔ آمین

نوٹ: چیک ڈرافٹ پر صرف ''مدرسہ انوار القرآن نعمت پور'' لکھنا کافی ہے

(۲) مدرسہ کا اکاؤنٹ نمبر P.N.B. کی شاخ برولی BAROLI میں 270 اور کوڈ 3724 ہے۔ رابطہ کے لیے: Mob.09411293474

اَلْمُشْتَہِر: عبدالغفور راعینی ناظم مدرسہ انوار القرآن نعمت پور
ضلع سہارنپور، ۲۴۷۱۲۹ یوپی (الہند) Tel.0132-775516

تجزیہ

دارالاسلام اور دارالکفر
اور عصر حاضر میں اس کی تطبیق

مولانا محمد حذیفہ وستانوی استاذ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا

دور نبوی علیہ الصلوۃ والسلام جو وجہ ارض کا سب سے مسعود ترین دور اور عہد گذرا ہے، اس لیے کہ اسی دور میں خاتم الانبیاء والمرسلین سید ولد آدم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر موجود تھے، اُم الکتب قرآن کریم کا نزول بھی اسی دور میں ہوا، لہٰذا اس دور کا یہ حق بنتا ہے کہ اس کو سید الادوار، سید العہود کہا جائے، اس دور کو یہ شرف حاصل ہے کہ اسلام جیسا آسمانی مذہب اور دین اسی دور میں مکمل اور تام ہوا، اور قیامت تک پیش آنے والے تمام مسائل کے حل کے خطوط ونشانات دے کر گیا، ہم اس پر اللہ کی جتنی بھی تعریف کریں کم ہے، اللہ ہمیں اسلام کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

جہاں دورِ حاضر میں بہت سے نئے مسائل پیش آئے اور آرہے ہیں وہیں ایک مسئلہ ''دارالاسلام اور دارالکفر'' کی تعیین کا بھی ہے، اس لیے کہ بہت سے احکام کا تعین اس تعین پر موقوف ہے؛ کیونکہ اب حالات عجیب طرح کے ہوگئے ہیں، حکومتیں ایک طرف ''آزادی'' ''مساوات'' ''جمہوریت'' کے گیت گاتے نہیں تھکتیں اور دوسری جانب ہر طرف مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ امتیازی برتاؤ کیا جارہا ہے، اور اس باب میں غیر تو غیر، مسلمان حکمرانوں کا بھی یہی حال ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان حالات میں ''دارالاسلام اور دارالکفر'' کا تطابق کیسے ہو؟ تو آیئے! ہم اس مضمون میں اس کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

دار کی تعریف:

دار اس ملک کو کہتے ہیں، جو تین چیزوں کو شامل ہو:

(۱) اِقلیم (Country)

یعنی محدود جغرافیائی مقام۔

(۲) سکان (Population)

یعنی اس علاقہ کے آباد لوگ۔

(۳) سلطنت (Kingdom)

یعنی وہ قیادت جو اس منطقہ میں قائم ہو، امام ابن العابدین تحریر فرماتے ہیں:

" المراد بالدار الاقليم المختص بقهر ملك اسلام و كفر".

عمار بن عامر، اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

"يظهر من التعريف انه شرط في الدار، الاقليم والسكان و السلطة". (الهجرة إلى بلاد غير المسلمين: ص ۷۹)

دار کی تقسیم:

نفاذ قوانین کے اعتبار سے حکومت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) دارالاسلام (۲) دارالکفر

پھر دارالاسلام کی بھی دو قسمیں ہیں:

(۱) دارالاسلام حقیقی (۲) دارالاسلام حکمی

دار الاسلام حقیقی کی تعریف:

اس ملک کو کہتے ہیں جہاں دستوری طور پر اسلامی قوانین اور اسلامی احکام نافذ ہوں اور اس ملک کے قائدین وحکام مسلمان ہوں، امام ابن القیم الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”دارالاسلام هی التی نزلها المسلمون و جرت علیها احکام الاسلام“۔(احکام اہل الذمہ:ج۲/ص۷۲۸)

اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:”تعبر الدار دار الاسلام بظهور احکام الاسلام فیها و ان کان جل اهلها من الکفار“۔(المبسوط:ج۱۰/ص۱۴۴)

دار الاسلام حکمی:

اس ملک کو کہتے ہیں جہاں مسلمانوں کو، اپنے بعض شعائر پر عمل کی اجازت ہو، مثلاً: نماز، اذان، جمعہ وغیرہ، اگر چہ وہاں عالمی وضعی (خود ساختہ یعنی انسان کے بنائے ہوئے نہ کہ اللہ کے نازل کردہ) قانون نافذ ہو، البتہ وہاں کے قائدین اور حکومتی کارندے مسلمان ہوں، اس وقت تمام اسلامی ممالک اسی حکم میں ہیں، کوئی ملک حقیقی دار الاسلام کا مصداق ومجاز نہیں ہے۔

ابن العابدین تحریر فرماتے ہیں:” لو اجریت احکام المسلمین فی بلد واحکام اهل الشرك فلاتکون دار حرب ما دامت تحت سلطة و لاتنا“۔(شامی:ج۴/ص۱۷۵)

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے، کہ جب اسلامی قوانین کا نفاذ، ان ممالک میں نہیں ہے، تو پھر ان ممالک کو دارالاسلام کیوں کہا جاتا ہے؟ تو اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اس میں حرج لازم آتا ہے، کیوں کہ اگر باوجود کثرت واغلبیت مسلمین کے اس کو”دارالکفر“ کہا جائے، تو یہ خرابی لازم آئے گی، کہ دشمن آسانی سے اسلامی ممالک پر قابض ہو جائے گا، کیوں کہ”دارالکفر“ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے لیے اگر کوئی باطل طاقت حملہ آور ہو، تو دفاع لازم نہ ہوگا، اور یوں ایک ایک کر کے تمام اسلامی ریاستیں دشمنوں کے ہاتھ چلی جائے گی، ہاں البتہ اس کو”دارالاسلام الفاسقہ“ کہا جائے، تو کوئی حرج نہیں، یا صرف ”دارالفسق“ کہا جائے۔

” لو اعتبرنا هذه الدیار من دارالکفر او الحرب فهذا یعنی ان المسلمین علی کثرتهم سیغدون من غیر اوطان و لا دیار و فی هذا تمکین لاعداء الله منا اضافة الی ا نه لایجب علی المسلمین الدفا ع عنها فی حال الاعتداء علیها من الکفار“ ۔ (فقہ الاقلیات:ص۹۷)

دارالکفر کی بھی دو قسمیں ھیں:

(۱) دارالکفر حقیقی (۲) دارالکفر حکمی۔

دارالکفر حقیقی:

اس ملک کو کہا جاتا ہے جہاں پر زمام حکومت غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہو، اور وہاں کا دستور اساسی بھی انہیں کا ہو، اور مسلمانوں کو شعائر اسلام بجالانے کا قطعاً حق نہ ہو، بل کہ حکومت مسلمانوں کو ہلاک کرنے اور نقصان پہنچانے کے در پے ہو، مثلاً: رشیا جو ۱۹۹۲ء سے پہلے اسلام اور مسلمانوں کا کٹر دشمن رہا اور اس وقت اسرائیل۔

دارالکفر حقیقةً: و هی التی قصدها الفقهاء فی تعریفهم لدار الکفر و هی التی تظهر فیها احکام الکفر و یحکمها الکفار و انعدمت فیها مظاهر الدین تمامًا بحیث لم یعد لها وجود متمیز و لا یوجد فیها مسلمون یؤدون واجبا تهم الدینیة۔ (تقسیم العالم:ص ۲۵)

دارالکفر حکمی:

اس مملکت کو کہا جاتا ہے، جہاں حکومت تو غیر مسلموں کی ہو، دستور بھی ان کا ہو، مگر مسلمانوں کو اپنے شعائر کے بجالانے کی اجازت ہو، مثلاً: بعض یوروپی ممالک، بعض ایشیائی ممالک، بعض افریقی ممالک، جہاں مذکورہ صورت حال ہو، اس کو دارالاسلام اور دارالعہد بھی کہا جاتا ہے” و العلة فی الذهاب الی الحبثة ان هناك ملکا لا یظلم عنده احد و کان العدل فی ذاته و سامًا لذالك الملك و سماها المسلمون دار امن و ان لم تکن دار ایمان“ ۔(تفسیر الشعراوی:۴/ ۲۵۸)

دار کی ایک تقسیم وجود امن اور عدم امن کے اعتبار سے بھی ہے، جس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں، حالت جنگ اور حالت امن کے اعتبار

سے بھی دو قسمیں ہیں:

(۱) دارالحرب:

جہاں حکومت مسلمانوں کے ساتھ برسرِ پیکار ہو، ان کے مال ان کے املاک، اور ان کی جان کو ختم کرنے یا نقصان پہنچانے کے درپے ہو، اور وہاں اسلامی دعوت کو ممنوع قرار دیا گیا ہو، اس ملک کو ''دارالحرب'' کہا جائے گا اور اس کو ''دارالکفر، دارالشرک، دارالمخالفین'' بھی کہا جا سکتا ہے۔

(۲) دارالامن والعهد:

جہاں حکومت تو اسلام اور مسلمانوں کی دشمن ہو، مگر وہ مسلمانوں کے ساتھ امن کا معاہدہ کر چکی ہو، تو پھر اسے "دارالامن یا دارالکفر الآمنه یا دارالعهد یا دار الكفر المعهودة" کہا جائے گا۔

بعض حضرات ''دار حیاد'' بھی ایک قسم قرار دیتے ہیں، ''دار حیاد'' اس ملک کو کہتے ہیں، جو مسلمانوں کے ساتھ مصالحت کرے، کہ نہ وہ ان سے قتال کریں گے، نہ مسلمانوں کے خلاف کسی کا تعاون کریں گے، ابوزہرہ رضی اللہ عنہ اور وہبہ زحیلی نے یہ قسم الگ شمار کی ہے۔ (العلاقات الدولیۃ فی الاسلام: ص۸۴، آثار الحرب: ص۱۹۷)

یہ تھا مختصراً دار کا بیان، اخیر میں ہم اللہ سے دست بدعا ہے کہ ہم مسلمانوں کو کوئی دارالاسلام عطا فرمائے، یا قیام خلافت کی کوئی سبیل اللہ رب العزت ہمارے لئے نکالے۔ آمین یارب العالمین!

یہاں ایک وضاحت کردینا مناسب ہوگا کہ دارالاسلام اور دارالکفر قرآن وحدیث میں صراحتاً مذکور نہیں، لہٰذا ''دار'' کی یہ تقسیم توقیفی نہیں، یعنی منصوص نہیں ہے، بل کہ مجتہد فیہ ہے، لہٰذا اس میں اختلاف کی گنجائش ہے، جیسے فقہاء متقدمین تقسیم ثنائی کے قائل تھے، اور ان میں بھی امام شافعیؒ ثلاثی کے قائل تھے، یعنی ان کے یہاں دار کی تین قسمیں ہیں:

(۱) دارالاسلام

(۲) دارالکفر

(۳) العہد یا دارالہدنۃ یا دارالصلح، جیسا کہ امام نوویؒ نے روضۃ الطالبین جلد نمبر ۵/صفحہ ۴۳۲ پر ذکر کیا ہے، جیسے جیسے زمانہ کے احوال بدلتے گئے، اس کی تقسیم میں بھی اضافہ یا ردّ وبدل ہوتا گیا، مثلاً: امام ابن تیمیہؒ نے ایک اور قسم ''دارالفسق'' کو ذکر کیا ہے، جیسا کہ ان کی کتاب مجموع الفتاوی جلد نمبر ۱۸/صفحہ ۲۸۲ پر اس کا ذکر ملتا ہے، دورِ حاضر میں حالات کے بدلنے سے فقہاء نے ''دار حیاد'' کی اصطلاح وضع کی، جیسا کہ ابوزہرہؒ اور علامہ وہبہ زحیلی کے حوالے سے اوپر ذکر کیا گیا، غرضیکہ ''دار'' کے منصوص نہ ہونے کی وجہ سے ابھی اس میں اجتہاد ومزید تقسیم کی گنجائش ہے، مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں، کہ ہر کوئی تقسیم کے لیے قلم توڑنا شروع کردے، جو لوگ علوم شرعیہ، قرآن، حدیث، فقہ، اصول فقہ اور قواعد فقہ وغیرہ پر کڑی اور گہری نظر رکھتے ہوں، وہی یہ فریضہ انجام دے سکتے ہیں۔

اب اختتام پر ایک تنبیہ بھی ضروری ہے، کہ بعض لوگوں نے دار کی اس تقسیم کو سرے سے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے، یہ بھی درست نہیں، اُن کا کہنا یہ ہے کہ یہ فقہاء کی اصطلاحات ہیں، اس کی کوئی اصل نہیں، تب تو مسائل کھڑے ہو جائیں گے، اس لیے کہ واجب، فرض، سنت، مستحب، مکروہ، مباح وغیرہ بھی ہمارے فقہاء کرام ہی کی وضع کردہ اصطلاحات ہیں، اس کا مطلب تم اس کی تردید کروگے؟ فقہاء نے دراصل جو اصطلاحات وضع کیں، وہ ان کے اپنے فائدے کے لیے تو نہ تھیں، وہ امت کو سمجھانے کے لیے اور مسائل میں فرق مراتب کے لیے تھیں، تاکہ امت کو سہولت ہو جائے، کہ کونسا عمل کس حد تک مطلوب ومقصود ہے، لہٰذا ان فقہاء کا ہمیں احسان مند ہونا چاہیے، جنہوں نے ہمیں شریعت کی روٹی پکی پکائی کھلا دی۔

اللہ ہمارے ان تمام فقہاء کی قبروں کو نور سے بھر دے، اور ہمیں ان کے خون پسینے سے تیار کردہ فقہ کی قدردانی کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین یارب العالمین!

❁❁❁❁❁

حقائق

دہشت گردی اور اسلام

محمد شمشیر چرِ وہوی مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور

دہشت گردی اور اسلام یہ دو الگ الگ جز ہیں: دہشت گرد الگ شئے ہے اور اسلام الگ شئ ہے، جس طرح یہ دونوں الگ الگ جز ہیں، اسی طرح اس کے معنی بھی جدا جدا ہیں، لفظ دہشت گردی کو لفظ اسلام سے کوئی مناسبت نہیں ہے؛ لیکن المیہ یہ ہے کہ مغرب سے لے کر مشرق تک، شمال سے لے کر جنوب تک اسلام اور مسلمان مخالف لابی کی جانب سے مسلسل یہ گھناؤنی آواز آ رہی ہے کہ مسلمان دہشت گرد ہیں اور اسلام میں دہشت گردی کی تعلیم دی جاتی ہے، بڑے افسوس کی بات ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو سازش کے تحت دہشت گردی سے جوڑا جا رہا ہے، دہشت گرد ایسا لفظ نہیں ہے جس سے کوئی ناآشنا ہو ملک کے کیا سبھی مسلم مخالف کے بچے بچے کی زبان پر یہی الفاظ ہے کہ ''مسلمان دہشت گرد''۔

۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکہ کے ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملہ کا جنون امریکی صدر جارج بش پر اس قدر سوار ہے کہ اس شیطان ملعون کو آج بھی ہوش نہ آیا کہ لاکھوں بے گناہ افراد کو اپنے ناپاک عتاب کا شکار بنایا، اس رومی کتے کو یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ وہائٹ ہاؤس پر حملہ کس نے کیا تھا اور ان کا کیا منصوبہ تھا، اس نے بلا سوچے سمجھے داڑھی اور ٹوپی والوں کو نشانہ بنانا شروع کر دیا تھا اور اپنی یہودی لابی کو خوش کرنے کے لیے اسلام اور مسلمانوں کو اپنے ناپاک سازش کے تحت دہشت گردی سے جوڑ دیا، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ پر حملہ خود یہودیوں نے ہی کیا تھا جو خود صدر بش کو تختہ دار پر پہنچانا چاہتے تھے؛ لیکن قسمت نے اس شیطان ابلیس کا ساتھ دیا اور وہ حملے میں بچ گیا اور صدر بش مخالف یہودی اپنے منصوبے میں کامیاب نہیں ہوئے لیکن صدر بش نے اسی دن سے یہ طے کر لیا تھا کہ اب مسلمانوں کو ہی ہر جرم کا قصوروار ٹھہرایا جائے گا، یہ سازش تو بہت پرانی تھی؛ لیکن اس مورد الزام کو مسلمانوں کے سر تھوپنے کا مناسب موقع نہیں مل رہا تھا، وہائٹ ہاؤس پر حملہ کر کے یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف جو پروپیگنڈے بنایا وہ اس میں کامیاب ہو گئے اور صدر بش کو جس گھڑی کا انتظار تھا وہ بہ آسانی اس کو میسر ہو گئی، صدر بش نے اپنی عقل کا استعمال کرتے ہوئے مغربی میڈیا کو خرید کر مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کرنے کا ذمہ سونپا جو آج تک اپنے کام کو اپنی ذمہ داری کو بخوبی نبھا رہا ہے اور مسلمانوں کو مٹانے کی اپنی اس ناپاک مہم میں ساری دنیا کا تعاون طلب کر رہا ہے اور ہر ملک میں اپنے جانشینی کے طور پر اپنے وفادار کتوں کو تقویت بخش رہا ہے اور ان کی پشت پناہی کر رہا ہے مثلاً افغانستان میں حامد کرزئی، پاکستان میں جنرل پرویز مشرف، فلسطین میں محمود عباس، عراق میں نور المالکی جیسے وفادار کتے صدر بش کی تحریک کو فعال بنانے میں مشغول ہیں، ہندوستان کے اندر تو بالکل ہی حد ہو گئی یہاں تو اس کو کوئی خاص زیادہ جدوجہد کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی اس لیے کہ یہاں تو پہلے سے ہی مسلمانوں کو اپنی ناپاک نظروں سے دیکھا جاتا رہا ہے، مسلمانوں کو بدنام کرنے میں صدر بش یا ان کے وفادار کتے کوتاہی کرتے ہیں اس کو میڈیا مکمل کرتی ہے وہ میڈیا جس کو سچائی اور حقیقت جاننے کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا، آج وہ اپنے فرض منصبی سے بھٹک گیا ہے، میڈیا کی یہ عام عادت بن گئی ہے کہ اگر حملہ کشمیر میں ہوتا ہے تو میڈیا اس کو مدارس اسلامیہ سے منسوب کر دیتا ہے، ایک وقت تھا کہ جب میڈیا آزاد ہوتا تھا اور اپنے فرض منصبی کے حق کو ادا کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا، لیکن آج میڈیا یہودیوں کے ہاتھوں

فروخت ہو چکا ہے، جس سے نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، میڈیا کا کردار مسلسل مشکوک ہوتا جا رہا ہے، ہمارے ہندوستان میں اگر کسی جگہ پر بم دھماکہ ہوتا ہے تو میڈیا کے لوگ اسے فوراً بلا تحقیق مسلم دہشت گردی سے تعبیر فرما دیتے ہیں، آئے دن اخبار و رسائل کی زینت مسلم دہشت گردی ہی بنتی جا رہی ہے، دشمنان اسلام کو اگر اخبار میں اسلام اور مسلم مخالف کوئی بات نظر نہیں آتی تو ان کے لیے اخبار بے معنی رہتا ہے، اس لیے کہ اخباران کو اسی صورت میں اچھا لگتا ہے جب میڈیا یا اخبار کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنے اخبار میں طویل اداریہ پیش کرتا ہے، انسانیت کا کوئی بھی علمبردار جب شب کی پر شباب فضاؤں کے لطف سے ہمکنار ہو کر علی الصباح اخبار پر نظر دوڑاتا ہے تو ایک سے بڑھ کر ایک خبر اس کو اپنی طرف مائل کرتی ہے، کہیں یہ خبر دیکھنے کو ملتی ہے کہ فلاں مندر میں مسلم دہشت گروں نے بم دھماکہ کیا اور سینکڑوں افراد شہید ہو گئے، کہیں یہ خبر اپنی جانب کھینچتی ہے کہ فلاں جگہ بم دھماکہ کا منصوبہ بناتے مدارس اسلامیہ کے طلبہ کو پولیس نے گرفتار کر لیا اور ان کے پاس سے مہلک اسلحہ اور غیر ملکی دہشت گردوں کے معلوماتی فون نمبرات برآمد کئے، نیز اسی طرح سے پورا اخبار ایسی ہی خبروں سے بھرا رہتا ہے، اخبارات کے یہ من گھڑت سنسنی خیز خلاصے پڑھ کر ہر صاحب عقل اور تھوڑی سی فہم رکھنے والا انسان بھی اس غور و فکر میں مبتلا ہوگا کہ آخر کیا بات ہے کہ ملک میں ہر دن رونما ہونے والے ان واقعات میں صرف ایک ہی مذہب کے افراد کو ملزم مانا جا رہا ہے، کیونکہ ہمارے دیار میں یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اگر ایک جگہ مختلف مذاہب و مکاتب فکر کے افراد زندگی بسر کرتے ہوں اور وہاں کوئی حادثہ ہو جائے تو وہاں یہ معلوم نہیں کیا جائے گا کہ تم عربی ہو تم سے کچھ نہیں پوچھا جائے گا اور عجمی سے معلوم کیا جائے کہ یہ حادثہ کس طرح ہوا بلکہ سبھی مکاتب فکر کو جمع کیا جائے گا اور ان سے معلومات کی جائے گی اور یہ اندھی تقلید نہیں چلے گی، یعنی تو نے نہیں کیا، البتہ عجمی نے کیا ہوگا، یہ سب یہودیوں کی سازش ہے جو ہندوستان میں ہو رہا ہے، وہ بھی اور جو دیگر ممالک میں ہو رہا ہے وہ بھی، آج ہمارے اس ملک ہندوستان کے حالات ایسے نازک ہیں کہ پولس کو جو بھی ڈاڑھی ٹوپی والا نظر آتا ہے بس سمجھ لو کہ وہ دہشت گرد ہو جاتا ہے اور اگر طالب علم کسی پی سی او سے فون کر رہے ہیں تو وہ بھی غیر ملکی دہشت گردوں سے تعبیر ہو جاتے ہیں اور پولس ان کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے، کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام مذہب میں قتل و خونریزی کی تعلیم دی جاتی ہے اور کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ قرآن میں جہاد کی آیتیں ہیں اور مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کو جہاد قتل و غارت گری کے لیے اکسایا جاتا ہے یہ سب کی سب بکواس ہے، اس کا کوئی سر اور ٹھکانہ نہیں، میں ملک ان خیر خواہوں سے پوچھنا چاہتا ہوں جو اپنے آپ کو ملک کا معمار اور بانی کہتے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گردی سے تعبیر کرتے ہیں، کیا تمہاری تاریخ اتنی پاک صاف ہے جس سے تم کو اپنے آپ پر فخر ہے؟ کیا تمہارا کردار اتنا ہی صحیح ہے جتنا کہ تم سمجھتے ہو؟ ہرگز نہیں! بلکہ تم دو قدم پیچھے ہٹ کر اپنی تاریخ کے سنہرے اوراق کو دیکھو اور اپنی کارگزاریاں دیکھو، تاریخ شاہد اور تمہارے ضمیر پر سیاہ داغ ہے جو کبھی بھی مٹ نہیں سکتا، کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ سابق وزیر اعظم مسٹر اندرا گاندھی کا قتل کس نے کیا تھا، کیا تم کو یہ پتہ نہیں کہ ہندوستان کے جواں سابق وزیر اعظم راجیو گاندھی کا قتل کس نے کیا تھا، کیا تمہیں وہ درندے صفت مونیندر اور سریندر کا وہ فعل یاد نہیں جس میں ہزاروں معصوم بے گناہ بچوں کا قتل کیا، کیا تمہیں آدم خور گجرات کا نریندر مودی یاد نہیں، یہ ہے مختصر سا تعارف تمہاری تاریخ کے ان سنہرے اوراق کا جس میں تم اپنے آپ کو بے گناہ سمجھ رہے ہو، یوں تو تاریخ میں تمہاری غداری کسی سے مخفی نہیں ہے، آزادی کی جنگ میں شانتی کا درس دینے والے تم تھے، شیطان انگریز کی پشت پناہی کرنے والے تم تھے اور آج کس منہ سے تم مسلمانوں سے حب الوطنی کا سرٹیفکٹ طلب کر رہے ہو تمہیں صرف اپنی تاریخ یاد کرنی ہوگی، تمہیں تو صرف اپنے کردار کو پہنچاننا ہوگا، اپنی روایت کو یاد رکھنا ہوگا، مسلمانوں اور مدارس اسلامیہ میں حب الوطنی کا سرٹیفکٹ طلب کرنے کا کوئی حق نہیں، ٹکٹ کو وہی چیک کرتا ہے

جو خود پاک صاف ہوتا ہے، تمہاری تاریخ تابناک ہے، تمہارا کردار مشکوک ہے، مذہب اسلام کو بدنام کرنے والوں تمہیں دنیا کی تاریخ یاد نہیں، تمہیں اسلام کی تاریخ کا علم نہیں ہے، جس مذہب کو تم پانی پی کر بدنام کرنے پر آمادہ ہو تم یہ کہتے ہو کہ اسلام میں دہشت گردی کی تعلیم دیجاتی ہے، میں آپ کو بتادوں کہ اسلام امن وشانتی کا پیغام دیتا ہے، اسلام ناحق کسی نفس کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا، اسلام میں سب کے ساتھ بھلائی اور خیر خواہی کی تعلیم دی جاتی ہے، اسلام انسانیت کی تعلیم دیتا ہے، اسلام میں سب کو یکساں حقوق کی تعلیم دی جاتی ہے، اسلام تو ایسا مذہب ہے جس کی اس دنیائے فانی میں کوئی نظیر نہیں مل سکتی، مذہب اسلام کا سچا ماننے والا کبھی بھی دہشت گرد نہیں ہوسکتا، مذہب اسلام کی شئی حسنہ کا شمار کرانا اس ناچیز کے لیے سورج سے چراغ دیکھانے کے مترادف ہوگا، نیز بہت مختصر سے احوال کو نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں حالات کے نزاکت کے اعتبار سے، اسلام آیا دنیا سے بے حیائی دور ہوئی، اسلام آیا عورتوں کو وقار ملا، اسلام آیا بچوں کو پرسکون زندگی ملی، اسلام آیا انسانیت کی خوشنما زندگی کی راہ ہموار ہوئی، اسلام آیا عربی کی عجمی پر فوقیت ختم ہوئی، اسلام آیا مظلومین کے واسطے انصاف کی راہ خوشگوار ہوئی، خلاصہ یہ نکلا کہ اسلام میں دہشت گردی کا کوئی وجود نہیں، اسلام حقانیت کا مذہب ہے، لیکن آج اسلام کی سبھی شاخوں کو شک کی نگاہ سے دیکھا جارہا ہے، مدارس کو بدنام کیا جارہا ہے، علماء کرام کو ہراساں کیا جارہا ہے، مدارس کے طلبہ کو دہشت گرد کہا جارہا ہے، یہ سازشیں امریکہ سے لے کر آج ساری دنیا میں مسلمانوں کے ساتھ ہورہی ہے، وطن عزیز کی آزادی کی جنگ ہوں یا پھر کوئی اور معاملہ ہو، دارالعلوم دیوبند نے ہر رونما ہونیوالے فتنوں کا سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا ہے، ابھی حال ہی میں ۲۵ رفروری کو ازہر الہند ام المدارس دارالعلوم دیوبند میں دہشت گردی کیخلاف جو بے مثال کانفرنس منعقد کی گئی وہ حکومت اور سیکورٹی ایجنسیوں کے لیے اس بات کا پیغام ہے کہ اگر مسلمانوں اور دینی مدارس کے خلاف بے ہودہ پروپیگنڈہ مہم بند نہ کی

گئی اور اہل مدارس کو دہشت گردی کے نام پر ہراساں کیا جاتا رہا ہے تو اس کے بہت برے نتائج سامنے ظاہر ہوسکتے تھے، اس کانفرنس کی خاص بات یہ تھی کہ اس میں سب مسلک ومکاتب فکر کے علماء کرام موجود تھے، علماء کرام کی تقریر اور اعلانیہ سے ظاہر ہے کہ علماء کرام اہل مدارس کتنے شدید غصے میں تھے اور ہو بھی کیوں نہ اس لیے کہ جس ناکردہ گناہ کی سزا یہاں اہل ایمان کو دی جارہی ہے تاریخ کے اوراق اس گھناونی سازش سے خالی ہیں لیکن بدقسمتی سے اس ملک میں مسلمان سیاسی طور پر جس بے بسی اور بے کسی کی زندگی گزار رہے ہیں ایسے میں ظلم وزیادتی کے خلاف ان کی اٹھنے والی ہر آواز نقارخانے میں طوطے کی آواز بن کر رہ جاتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ وہی مسلمان ہیں جن کے بزرگوں نے ملک کی آزادی میں بے مثال قربانیاں پیش کی، تاریخ شاہد ہے کہ اس ملک کو انگریزی سامراج سے آزاد کرانے کی سب سے پہلی مہم شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خانوادے نے شروع کی تھی جسے تحریک ولی اللہ کے نام سے جانا جاتا ہے، ہندوستان کی جنگ آزادی کی پوری تاریخ علما کرام کی لازوال قربانیوں سے بھری پڑی ہیں، ریشمی رومال اور تحریک خلافت دو ایسی تحریکیں تھیں جس نے سامراجی اقتدار کے چولے ہلا دیئے تھے، خود مہاتما گاندھی نے بھی تحریک خلافت سے وابستگی پر فخر محسوس کیا تھا، ستم ظرفی کہئے یا کم ظرفی کہ وہی علماء کرام آج اپنی حب الوطنی کا ثبوت لے کر اقتدار کے ایوانوں پر دستک دیتے نظر آتے ہیں، اور کوئی ان کی بات کو سننے والا نہیں، ملک کی سیکورٹی ایجنسیاں اس قدر بے لگام ہوچکی ہے کہ وہ محض شک وشبہ کی بنیاد پر بڑے بڑے مدرسوں پر حملہ آور ہونے کی کوشش رکھتی ہے، اسلام دشمن طاقتوں کی بے ہودہ پروپیگنڈہ مہم کا اتنا گہرہ اثر ہے کہ لوگ مدارس اسلامیہ کو دہشت گردوں کی تربیت گاہ سمجھنے لگے ''قال اللہ وقال الرسول'' کی گردان کرنے والے طلبہ اور نہایت سادہ لوح اساتذہ کا چہرہ اتنا خوفناک بنا کر پیش کیا جاتا ہے جو بیان سے باہر ہے۔

ابھی حال ہی میں ''ائیرایڈلس'' نامی ایک شخص نے اسلامی مدرسے

کے متعلق بے نقاب نامی بے ہودہ کتاب لکھ کر اس کو شہر در شہر تقسیم کر رہا ہے؛ لیکن کوئی اس کی گرفت کرنے والا نہیں، اس سے بڑا المیہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ وہ اسلام جس کی تعلیمات میں ایک بے گناہ قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا، اس پر بے دریغ قتل وغارت گیری کا الزام لگایا جاتا ہے، ہماری حکومت کو مسلمانوں سے اس قدر خطرہ ہے کہ شاید دشمنوں سے بھی نہ ہو، مدارس اسلامیہ میں جب جلسہ یا کانفرنس منعقد ہوتی تو میڈیا کا ایک بڑا جم غفیر جمع ہو جاتا ہے، اگر چہ آج کے سائنسی دور میں میڈیا کو مدعو کرنا فائدہ مند ہے، اس لیے کہ ہمارے خیالات دیگر دشمنان اسلام تک بھی پہنچے، لیکن میڈیا کے کردار پر اس لیے اعتراض ہے کہ میڈیا کے لوگ کسی بھی جاہل شخص کو پکڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان سے الٹے سیدھے سوالات کرتے ہیں جو ظاہر سی بات ہے یہ ان کے لیے مضر ہو، احقر نے ابھی حال ہی میں ایک جریدہ میں میڈیا اور اسلام کے متعلق ایک خوش آئند خبر پڑھی، وہ یہ ہے کہ امریکہ میں ایک یہودی کے بیٹے نے صرف میڈیا کی خبر پڑھ کر اسلام لانے کا فیصلہ کرلیا، واقعہ اس طرح تھا کہ امریکہ کے کسی اخبار میں کسی معتبر عالم نے اسلام کی سچائی اور اعلی ہونے کا بیان دیا اور کہا کہ دنیا اور آخرت میں وہی شخص کامیاب ہوسکتا ہے جو اقرار کرے اس بات کا کہ اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں اور کلام اللہ شریف کی یہ آیت تلاوت کی تھی "ومارسلناك الا رحمة للعالمين" اللہ تبارک وتعالی نے اس کو ہدایت سے نواز دیا اور اس کو اپنے گمراہی میں پڑے رہنے کا احساس ہوا، پورے مغرب کی اسلام دشمن طاقتیں اس اخبار کو بند کرنے اور اس پر تاحیات پابندی کا مطالبہ کرنے لگیں، ایمان لانے والا شخص یہودی پادری کا بیٹا تھا، اللہ تبارک وتعالی خالق کائنات ہیں، کسی بھی شئی سے اپنے دین کی خدمت لے سکتے ہیں، اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے اس شخص کو ایمان میں داخل ہونے کا ذریعہ میڈیا میں اسلام کے سچا ہونے کی خبر کو بنا دیا، خیر اللہ رب العزت کی شان تو واقعی بڑی رحیمی اور کریمی ہے، اللہ تبارک وتعالی ہر چیز سے اپنے دین کی خدمت کرا سکتے ہیں، وہ میڈیا جو اکثر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے میں مصروف رہتا ہے، اس کے ذریعہ سے اللہ تبارک وتعالی نے ایک یہودی کو صاحب ایمان بنا دیا۔

۲۵ر فروری کو دہشت گرد مخالف کانفرنس میں احقر کو شرکت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اس مختصر سے واقعہ کے بعد اپنی بات کو ختم کروں گا، واقعہ یہ ہے کہ جس طرح ماضی میں الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے کردار پر روشنی ڈالی تھی اب بھی اس جیسا ہی واقعہ ذکر کر رہا ہوں، رابطہ مدارس کے زیر اہتمام کل ہند دہشت گردی مخالف کانفرنس میں جس طرح علماء کرام کا ٹھاٹے مارتا جم غفیر موجود تھا اسی طرح میڈیا کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ شاید سارا ہندوستانی میڈیا دیوبند ہی میں جمع ہیں، اجلاس اپنے شباب پر تھا احقر نے اجلاس کے احاطہ سے باہر نکل کر دیکھا تو ایک بڑا مجمع نظر آیا وہاں جا کر دیکھا میڈیا کے لوگ ایک سیدھے سادے عمر رسیدہ شخص سے الٹے سیدھے سوالات کر رہے ہیں، میں نے ان سے کہا کہ یہ تو تمہارے سوال کا جواب نہیں دے پارہے ہیں، انہوں نے اجلاس کے متعلق احقر سے ۳ر سوالات کئے اور میرے سے کہا کہ آپ گیسٹ ہاؤس میں دس منٹ کے بعد آئیں، احقر دس منٹ بعد اپنے ایک صحافی دوست کے ہمراہ گیسٹ ہاؤس پہنچا تو دیکھا کہ میڈیا ہی میڈیا کے افراد نظر آرہے ہیں، دل میں تھوڑی سی گھبراہٹ محسوس ہوئی لیکن پھر یہ بات ذہن میں اللہ رب العزت نے ڈالی کہ ہم حق پر ہیں اور حق مسلمانوں کی عادت ہے، بہرحال بندہ ان کے درمیان پہنچ گیا اور اپنا تعارف کرایا اور انہوں نے بھی اپنا تعارف کرایا، پھر انہوں نے احقر سے سوال کیا، کیا مدارس اسلامیہ میں دہشت گردی کی تعلیم دیجاتی ہے، جسے عام طور پر کہا جاتا ہے احقر نے ان کو تسلی بخش جواب دیا نہیں مدارس میں انسانیت کی تعلیم دی جاتی ہے نہ کی دہشت گردی کی، آپ خود اندازہ لگائیں کہ جس مذہب میں ناحق قتل کرنے کی اجازت نہیں، کسی عربی کو عجمی پر فوقیت نہیں تو ﴿بقیہ اگلے صفحہ ۳۵ر پر﴾

ترغیب

ذکر اللہ کی اہمیت

محترمہ شگفتہ سعید زہراوی، مظفر آباد، سہارنپور

اس دنیائے فانی کی تخلیق اور آبادی کا اصل مقصد اللہ کا ذکر ہے، انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ کا ذکر ہے، جنات کی تخلیق کا مقصد اللہ کا ذکر ہے، اس سے ثابت یہ ہوا کہ ذکر اللہ روح کائنات ہے، جب تک کہ اس دنیا میں اللہ کا ذکر ہوتا رہے گا یہ دنیا قائم ودائم رہے گی، جس دن ذکر الٰہی بند ہوجائے گا اسی دن دنیا کو نیست ونابود کردیا جائے گا۔

روایتوں میں آتا ہے کہ قیامت نہیں آئے گی مگر مخلوق کے بدترین لوگوں پر، بدترین لوگ وہ ہیں جو اپنے خالق ومالک کے ذکر سے غافل ہوکر زندگی بسر کرتے ہیں، جب کہ اللہ تعالی قرآن مجید میں متعدد جگہ بیان فرمایا ہے کہ تم میری ہی عبادت کرو، میری ہی بڑائی بیان کرو اور صبح وشام میری ہی تسبیح پڑھو، جیسا کہ کلام پاک میں بیان کیا گیا ہے ''اے ایمان والوں اللہ کو بکثرت یاد کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح پڑھو''۔

ایک دوسری جگہ اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتے ہیں ''سو تم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد کیا کروں گا اور میرا احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا''۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل چیز جو ہے وہ خدا کا ذکر ہے، یہ دنیا دارالعمل ہے، عارضی ٹھکانہ ہے، حقیقی زندگی آخرت کی زندگی ہے، اصل نفع آخرت کا نفع ہے، جس نے ذکر اللہ سے اپنے لیل ونہار بسر کئے، اپنے اعمال درست کئے، پھر اس کا پھل آخرت میں پائے گا، ورنہ یہ دنیا دھوکہ ہے، سراب صحرا کے مانند ہے کہ جس کو پیاسا پانی سمجھ لیتا ہے اور اس کی طرف لپکتا ہے پھر ہلاکت وبربادی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا، اس لیے جو شخص دنیا کی رعنائیوں، اس کے حسن اور اس کی چہل پہل میں پھنس گیا ہے تو اس کا مقدر عذاب الیم بن جائے گا۔

ذکر اللہ کے بہت سے فوائد ہیں:

اللہ کا ذکر شیطان کو دفع کرتا ہے اور اس کی قوت کو توڑتا ہے۔

اللہ کا ذکر اس کی خوشنودی کا سبب ہے۔

اللہ کا ذکر دل سے فکر وغم کو دور کرتا ہے

اللہ کا ذکر آدمی کو ترقی کی راہ پر گامزن رکھتا ہے۔

اللہ کا ذکر دل کو زندہ کرتا ہے۔

اللہ کا ذکر رزق کو کھینچتا ہے۔

اللہ کا ذکر شکر کی جڑ ہے، جو شخص ذکر کے ساتھ شکر ادا کرتا ہے اس پر اللہ خوش ہوتا ہے اور اگر ذکر کے ساتھ تنہائی کا رونا بھی نصیب ہوجائے تو قیامت کے دن کی تپش اور گرمی (جب کہ ہر شخص میدان حشر میں بلبلا رہا ہوگا اور ذاکر خدا کے عرش کے سایہ میں ہوگا) سے محفوظ رہے گا۔

حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کے لیے ایسا ہی ہے جیسا مچھلی کے لیے پانی، خود غور کرو کہ بغیر پانی کے مچھلی کا کیا حال ہوتا ہے، بس یہی حال ہر مسلمان مرد وعورت کا ہونا چاہئے۔

سب سے اچھا ذکر کیا ہے؟:

سب سے آسان اور سب سے اچھا ذکر حدیث میں بیان کیا گیا ہے جس کو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سب سے محبوب کلام جو اللہ کو پسند ہے وہ "سبحان اللہ وبحمدہ" ہے۔ (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے افضل اللہ کا ذکر "لاالہ الا اللہ" ہے۔ (ترمذی)

چنانچہ تاجر اگر شریعت کے مطابق تجارت کرتا ہے اور کسان شریعت کے مطابق کھیتی کرتا ہے، اگر دوکان دار شریعت کے مطابق دوکان داری کرتا ہے تو یہ عمل ذکر اللہ بن جاتا ہے اور اس کی برکت سے ان لوگوں کی دنیاوی زندگی عبادت واطاعت میں گزرتی ہے، اس لیے ہم کو بھی اس کے بارے میں سوچنا ہوگا اور اپنی فانی زندگی پر غور کرنا ہوگا کہ ہماری یہ دنیوی زندگی کس طرح عبادت بن سکتی ہے، ہم کس طرح دنیا کی محبت سے دامن بچا سکتے ہیں، کن اعمال کے ذریعہ اللہ کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں۔

اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے آپ کو دنیاوی جھمیلوں سے بچائیں، جہاں تک ہو سکے دنیا کی محبت دل سے نکالیں تا کہ کوئی لمحہ خدا کے ذکر سے غفلت میں نہ گزرے، اگر ہم کو اس حقیقت کا استحضار ہو جائے کہ دنیا فانی ہے، آنی جانی ہے، یہ دنیا دھوکے کا سامان ہے، اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے، اس کی فکر کرنا عقلمندی ہے، اسی زندگی کی تیاری مقصود ومطلوب ہے، تو یقیناً ہمارا کوئی لمحہ ضائع نہیں ہوگا اور ہمارا یہ محاسبہ قیامت کے دن کام آئے گا۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ دنیا کی کوئی چیز اللہ کی ذات سے غافل نہیں ہے حتی کہ چرندو پرند، شجر وحجر، شمس وقمر سب کے سب ہمیشہ اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں، اس طرح انسان بھی اگر اللہ کے ذکر میں، اپنے محبوب کی یاد میں مست ومگن رہے گا تو یقیناً آخرت میں ہمارے لیے بھلائی نصیب ہوگی۔

بہر حال ہم اللہ کے ذکر سے اپنے دلوں کو آباد کریں، اپنی زندگی ذکر خدا میں گزاریں تو جاہ ومنصب بھی ملے گا، مال ودولت بھی حاصل ہوگی، دنیا ملے گی اور آخرت کی لذتیں بھی حاصل ہوگی اور ایسے ہی جب ہماری نظر آخرت کی لذتوں اور ابدی زندگیوں پر ہوگی تو پھر دنیا میں ہر منصب وہر مرتبہ پانے کے باوجود بھی ہم دنیا سے غافل نہ ہوں گے، اللہ سے دعا ہے کہ ہم تمام مسلمان کو زیادہ سے زیادہ ذکر خدا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

﴿بقیہ صفحہ ۳۳ رکا﴾ مدارس میں رہنے والے تو مذہب اسلام کی تعلیم پر عمل کرتے ہیں اور مذہب اسلام امن وشانتی کا پیغام دیتا ہے، انہوں نے پھر سوال کیا کہ عام طور پر یہ بات بھی اکثر کہی جاتی ہے کہ قرآن کریم میں جہاد کی تعلیم دی جاتی ہے اور مدارس کے طلبہ کو جہاد کے لیے اکسایا جاتا ہے، ناچیز نے پھر جواب دیا کہ آپ کو صحافت سے یعنی میڈیا سے جڑے ہوئے کتنے سال گزر گئے، انہوں نے کہا ۱۶ رسال، افسوس ہے کہ آپ ۱۶ رسال میں جہاد کے معنی کو نہیں سمجھ پائے، کہا نہیں آپ سمجھا دیجئے! میں نے کہا کہ آپ دہلی سے آئے ہیں اس اجلاس کی رپورٹنگ کی خاطر یہ آپ کا جہاد ہے اور اگر آپ کا نفس کسی برے فعل کو کرنے کی تمنا کر رہا ہے اور آپ اس کو برا سمجھ کر اور خدا کے ڈر سے رک جاتے ہیں تو یہ سب سے بڑا جہاد ہے، انہوں نے پھر احقر سے انگلش میں سوال کیا میں نے کہا کہ میں انگلش نہیں جانتا، انہوں نے کہا کہ مدارس میں انگلش کی تعلیم نہیں دی جاتی، مدارس میں مادری زبان کی تعلیم کیساتھ سائنسی علوم بھی سیکھائے جاتے ہیں، پھر انہی میں سے ایک خاتون صحافی نے سوال کیا کہ اسلام میں عورتوں کی حق تلفی کی جارہی ہے اور ان کو صرف برقع تک محدود رکھا جارہا ہے کیا یہ صحیح ہے، احقر نے جواب دیا کہ اسلام نے تو عورتوں کے حقوق دیئے ہیں چھینے نہیں ورنہ زمانہ جاہلیت میں عورتوں پر اس قدر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جاتے تھے کہ عورتوں کو زندہ درگور کیا جاتا تھا، اسلام میں کسی کی حق تلفی نہیں کی گئی؛ بلکہ سب کو یکساں حقوق دیئے گئے ہیں، دوسری بات برقے کے متعلق آپ نے جو کہا کہ عورت کو برقے کے اندر قید رکھا جاتا ہے، اسلام میں بے حیائی کی اجازت نہیں ظاہری بات ہے کہ بے پردگی سے بے حیائی بڑھ جاتی ہے، نیز اسلام میں منع فرمایا گیا ہے اس بات سے کہ عورتیں بازاروں میں اپنے جسم کی نمائش کرائیں، اسلامی تعلیمات میں غیر محرم مرد سے پردہ کرنا ضروری ہے، چنانچہ اس گفتگو کے بعد میڈیا کے نمائندگان نے کہا کہ مسلمانوں کو جدید علوم حاصل کرنے کی ترغیب دو تا کہ اسلام دشمن طاقتوں کو انہی کی زبان میں جواب دیا جاسکے۔

سیرت وسوانح

حضرت سید شاہ انور حسین نفیس حسینی لاہوریؒ اپنے رب کے حضور میں

محمد مسعود عزیزی ندوی رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی

حضرت شاہ صاحب سے واقفیت:

حضرت شاہ نفیس الحسینی اللہ کے مقبول بندوں میں سے ایک تھے، ان کا تذکرہ کب کانوں میں پڑا یہ تو صحیح یاد نہیں، شاید رائے پور کے زمانہ طالب علمی ہی میں ان کا نام سنا تھا، جب وہاں سے تعلق وخط وکتابت شروع ہوئی، رائے پور کا روحانی ماحول، وہاں کی دینی فضاء انسان کی زندگی میں عمل کا جذبہ پیدا کرتی ہے اوراس میں مہمیز لگاتی ہے، وہاں حضرت شاہ صاحب کے متعلق کچھ معلومات ہوئی، پھر ندوۃ العلماء لکھنؤ میں مزید ان کی بزرگی وروحانیت کے بارے میں معلوم ہوا۔

حضرت شاہ صاحب سے ملاقات:

جب راقم سطور ۲۰۰۰ء کے وسط میں پاکستان گیا، تو واپسی کے وقت لاہور میں کچھ ٹھہرنا ہوا، احقر نے موقع کو غنیمت جانا اور حضرت شاہ صاحب کا نمبر حاصل کر کے فون کیا اور حضرت شاہ صاحب کی موجودگی معلوم کرنا چاہی، چنانچہ حضرت شاہ صاحب کی قیام گاہ پر حاضری ہوئی، اور حضرت شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی، شاہ صاحب نے استقبال کیا، اور بڑے والہانہ انداز میں ملے۔

شاہ صاحب کی خدمت میں سکون وطمانینت حاصل ہوئی:

راقم نے جب اپنا تعارف کرایا تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ آپ میں سے رائے پور اور رائے بریلی کی بوآ رہی ہے، مجھے بھی انس ہوا؛ بلکہ انس ہی نہیں سکون وطمانینت بھی حاصل ہوئی، جو سکون راقم کو اپنے شیخ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نوراللہ مرقدہ کی خدمت میں ملتا تھا اور حضرت کی وفات کے بعد جو سکون راقم کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب مظاہر علوم سہارنپور کی خدمت بابرکت میں ملتا تھا وہی سکون نامہ سیاہ کو حضرت شاہ صاحب سے ملاقات کر کے ان کی صحبت بابرکت میں حاصل ہوا، اور طبیعت خوش ہوگئی، شاہ صاحب نے بڑا اکرام کیا اور کافی باتیں کیں، حضرت مفکر اسلام کا تذکرہ ہوا تو گویا ان کو لطف آنے لگا۔

حضرت مولانا علی میاں صاحب کو مفکر اسلام سب سے پہلے آپ نے لکھا:

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا جو لقب عام وخاص میں ''مفکر اسلام'' مشہور ہوا، یہ سب سے پہلے حضرت شاہ صاحب نے ہی حضرت مولانا کے لیے استعمال کیا تھا جیسا کہ اس کے متعلق حضرت شاہ صاحب نے خود فرمایا کہ حضرت مولانا نے جب اپنی کتاب ''کاروان ایمان وعزیمت'' (جس میں حضرت سید احمد شہیدؒ کے جانباز مجاہدین ورفقاء کار کے ایمان افروز حالات وواقعات ہیں) پاکستان میں چھپنے کے لیے بھیجی، تو اس کے ٹائیٹل پر میں نے حضرت مولانا کے نام کے ساتھ سب سے پہلے ''مفکر اسلام'' کا لقب استعمال کیا، کہ پھر اس کو اتنی شہرت حاصل ہوئی کہ مفکر اسلام کا نام آتے ہی فوراً ذہن حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی طرف منتقل ہوجاتا ہے، اس طرح کی حضرت شاہ صاحب نے بہت سی باتیں بتلائیں۔

حضرت شاہ صاحب نے لاہور کے تاریخی مقامات دکھانے کا انتظام کیا:

اپنے ساتھ دوپہر کا کھانا کھلایا اور اپنے ایک خادم اور ڈرائیور کو راقم کے ساتھ کیا اور لاہور کے خاص تاریخی مقامات کے دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی، مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے مزار پر حاضری ہوئی اور ایصال ثواب کیا، پھر علامہ اقبالؒ کے مزار پر حاضری ہوئی اور جامع مسجد لاہور دیکھی اور بھی کئی تاریخی جگہوں پر جانا ہوا، اس طرح حضرت شاہ صاحب کی شفقتوں اور محبتوں سے لطف اندوز ہونے کا موقع ملا، اور ان کی عزت و عظمت دل و دماغ میں بیٹھ گئی، پھر دوبارہ حضرت شاہ صاحب سے ملاقات مقدر نہ ہوسکی، یہاں تک کہ وہ ۵/فروری ۲۰۰۸ء کو اپنے پروردگار کے حضور میں حاضر ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت شاہ کی ولادت اور تعلیم وتربیت:

حضرت شاہ صاحب کی ولادت باسعادت ۱۳/ذی قعدہ ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۱/مارچ ۱۹۳۳ء کو گوڑیالہ ضلع سیالکوٹ میں ہوئی، ابتدائی تعلیم قصبہ کے ہائی اسکول میں حاصل کی، لائل پور (موجودہ فیصل آباد) میں گورنمنٹ کالج سے انٹرمیڈیٹ کی ڈگری حاصل کی، فن خطاطی اپنے والد ماجد خطاط القرآن سید محمد اشرف علی سے حاصل کیا، ۱۹۴۸ء میں باقاعدہ فن کتابت کا آغاز کیا، ۲۳/ستمبر ۱۹۵۱ء کو فیصل آباد سے کریم پارک لاہور میں منتقل ہوئے۔

اصلاح نفس کے لیے مرشد کامل کی تلاش:

حضرت شاہ صاحب کا گھرانہ شروع ہی سے دین اسلام کی عالمگیر حقانیت اور اس کی روحانیت کا علمبردار رہا ہے، اس لیے حضرت شاہ صاحب بھی اس روحانی غذا کے متلاشی رہے، چونکہ آپ کے نانا حضرت عبدالغنی شاہ صاحب سلسلہ قادریہ نقشبندیہ کے صاحب کرامت شیخ تھے، اس لیے شاہ صاحب کی فطرت کا خمیر بھی شریعت، روحانیت، نفاست اور محبت کے عناصر اربعہ سے گوندھا گیا تھا، طبیعت فطرۃً تصوف کی طرف مائل تھی اور اللہ نے ذوق جمالیات کے ساتھ حساس و دردمند دل کی نعمت سے نوازا تھا، اس لیے مرشد کامل تک پہنچنے کے لیے اضطراب و تشنگی روز بروز بڑھتی ہی رہی، ایک جگہ آپ خود لکھتے ہیں ''کہ ادھر ایک عرصہ سے میرے دل کا یہ حال تھا کہ اندر ہی اندر خدا طلبی کی آگ سلگ رہی تھی، بزرگوں کے تذکرے اکثر میرے زیر مطالعہ رہتے تھے، اسی طرح اپنے اس ذوق کو تسکین دیتا رہا؛ لیکن یہ پیاس کتابوں سے کہاں بجھنے والی تھی، بلکہ یہ تو کسی ''پیر مغاں'' کے انتظار میں تھی جو صراحی دل سے کچھ اس طرح پلائے کہ ہونٹوں کو خبر تک نہ ہو اور پیمانہ قلب لبریز ہوجائے، آخر کار مشیت خداوندی نے مرشد المشائخ، قطب الارشاد، حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کی خدمت بابرکت میں پہنچادیا۔ (بحوالہ برگ گل صفحہ ۳۸)

حضرت رائے پوری سے خلافت واجازت:

حضرت رائے پوری کی پہلی زیارت ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹۵۶ء میں ہوئی، اپنے شیخ طریقت کے سایہ محبت وعاطفت میں ۵۶/ سے ۶۰/تک رہے اور سلوک وطریقت کے مدارج طے کرتے رہے، حضرت رائے پوری نے آپ کو سلیم الفطرت باصلاحیت وبااستعداد پاکر ایک سال کے عرصے ہی میں نعمت خلافت سے سرفراز فرمادیا، اس کے بعد حضرت شاہ صاحب برصغیر میں جادہ طریقت کے مرجع خلائق بن گئے اور اللہ تعالی کی مخلوق نے آپ سے کسب فیض شروع کردیا، اس طرح آپ کی شخصیت مقبول ہوتی چلی گئی۔

حضرت شاہ صاحب کی خصوصیات وامتیازات:

مولانا عنایت اللہ وانی لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب صرف مرجع خلائق، شیخ طریقت ہی نہیں بلکہ قدیم صالح وجدید نافع کے صحیح مصداق تھے، آپ نادر زمانہ خطاط بھی تھے، اور صاحب ذوق محقق ومؤلف بھی، نفاست پسند شاعر وادیب بھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت سے انتہائی درجہ کی محبت رکھنے والے بھی، مسلمانوں کے حالات کی خبر گیری، عالمی سیاست سے واقفیت کو شجر ممنوعہ نہیں سمجھتے

تھے؛ بلکہ عالمی حالات پر نہایت گہری نظر رکھتے تھے، صاحب علم ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب سیف بھی تھے، جذبہ جہاد سے سرشار ہوکر اور شیخ طریقت کے طور پر جہاد اسلامی میں عملاً شریک بھی رہے، علمی وتحقیقی کام کا بھی نہایت عمدہ ذوق رکھتے تھے۔

حضرت شاہ صاحب کا حسن ذوق:

حضرت شاہ صاحب بذات خود بہت سی کتابوں کے مؤلف بھی ہیں اور بہت سے نادر مخطوطات اور تصنیفات کو منظر عام پر لاکر علمی وتحقیقی دنیا کے لیے بہت سی نئی راہیں کھولنے والے بھی ہیں، حضرت سید احمد شہید کے نام اور شخصیت سے ایک خاص مناسبت رکھتے تھے، خانقاہ کو بھی ''خانقاہ سید احمد شہید'' کے نام سے موسوم کیا اور آپ ہی کے نام سے ایک مدرسہ ''مدرسہ سید احمد شہید'' کی بنیاد رکھی، یہاں تک کہ اپنی ذاتی لائبریری اور لاہور کے اپنے عظیم الشان مکتبہ کو بھی ''مکتبہ سید احمد شہید'' کے نام سے موسوم کیا، آپ نے جو کتابیں تالیف کیں یا جن نادر کتابوں کو اپنی نگرانی میں شائع کروایا ان سے آپ کے حسن ذوق، اہل بیت اور تحریک شہیدین سے عشق ومحبت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، شائع کردہ کتابوں کی تعداد تقریباً ۷۱ ہے۔

خانقاہی شخصیت ومزاج کے باوجود اپنی سرپرستی میں ایک ویب سائٹ بھی تیار کرائی، جس میں ان تمام کتب کا تعارف، خبریں اور اپنی اکیڈمی سے متعلق کاموں کی تفصیلات موجود ہیں، مندرجہ ذیل ویب سائٹ پر تمام تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں: www.nafeeslibrary.com

www.nafeeslibraryorg۔

حضرت شاہ صاحب میں اولیاء اللہ کی شگفتہ یادوں کا جہاں:

حضرت شاہ صاحب سے متعلق مولانا تقی عثمانی لکھتے ہیں کہ ہمارے محترم بزرگ جناب شاہ انور حسین نفیس الحسینی کو اللہ تعالیٰ نے باغ وبہار طبیعت عطا فرمائی ہے، ان کے قلم سے پھول کھلتے ہیں اور زبان سے پھول جھڑتے ہیں، ان کی بے مثال خطاطی بلاشبہ سرمایہ افتخار ہے اور اس نے علم وادب کی قلمرو میں ہزار ہا گلزار سجائے ہیں، لیکن ان کے قلب پر گداز میں اکابر اولیا اللہ کی شگفتہ یادوں کا جو جہاں آباد ہے، وہ ان کی خطاطی سے زیادہ حسین دلکش اور پر بہار ہے۔ (مقدمہ شعر الفراق صفحہ ۸)

حضرت شاہ صاحب اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک تھے، ان کے حالات، صفات وکمالات اور ان کی زندگی کے شب وروز اس بات کے غماز ہیں کہ وہ مرد مجاہد، موفق من اللہ، ستودہ صفات کے حامل انسان تھے، اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے اور اپنے اعلیٰ علیین میں مقام رفیع نصیب فرمائے اور راقم آثم کو اپنے پاک لوگوں میں شامل فرما کر اپنی مرضیات کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق وہمت عطا فرمائے۔

عورتوں کو حمام میں غسل کی ممانعت

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اس پر لازم ہے کہ بغیر تہبند کے حمام میں داخل نہ ہو، اور جو شخص اللہ اور اس آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اپنی بیوی کو حمام میں داخل نہ کرے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو کسی ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دور چل رہا ہو۔ (ترمذی ونسائی)

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ''کیا آج کے ہوٹل حماموں سے کچھ کم ہیں جن میں عورتوں کا خلوتوں میں لایا جانا ایک مستقل بیوپار کی صورت اختیار کرچکا ہے، کیا کلب اور عام پارکس کچھ ان حماموں سے کم ہیں، جن میں اختلاط کے اوقات کی مستقلاً تعیین ہوتی ہے اور وعدوں کے ساتھ ایسے اختلاط عمل میں آتے ہیں، کیا آج کل کے اسکول حماموں سے کم ہیں، جن میں لڑکیاں اپنے مربیوں کی حفاظت سے الگ کرکے اجنبیوں کے رحم وکرم پر گھروں سے باہر بھیج دی جاتی ہیں، پھر کیا کیا حوادث ظہور پذیر نہیں ہوتے؟ اور کیا یہ سب کچھ اس تبرج جاہلیہ کا عکسی رخ نہیں ہے، جس کی ممانعت وتغیر پر قرآن کریم نے اپنا سارا زور صرف کردیا تھا''۔ (اسلام میں پردہ کی اہمیت: مؤلفہ سارہ عزیزی)

❁❁❁❁❁

صدائے دل

خطبہ استقبالیہ

انجمن دعوت القرآن کے شعبہ تنظیم فلاح مدارس کے زیر اہتمام ’’عصر حاضر میں قائدین ملت اور علماء کرام کی ذمہ داریاں‘‘ کے عنوان سے ہونے والے اجلاس ۲۷/ مارچ ۲۰۰۸ء کو مولانا کبیر الدین فاران ناظم مدرسہ قادریہ مسروالا (ہماچل) و جنرل سیکریٹری انجمن دعوت القرآن نے جو خطبہ استقبالیہ پیش فرمایا، افادۂ عام کے پیش نظر اس کے اہم حصہ کو شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

ارباب علم و دانش! قرآن وسنت سے ہم سب کا تعلق ورشتہ ہے ہماری اکثریت مدارس وجامعات سے سند یافتہ ہے ہم نے مدرسوں میں پڑھا ہے، علوم دینیہ کو حاصل کیا ہے، پھر کچھ ہم میں سے پڑھنے پڑھانے سے وابستہ ہوگئے، مساجد، مکاتب، اور کسی نہ کسی شکل میں قرآن پاک کی خدمت سے جڑ گئے اور ایک خاصی تعداد نے خود کو دوسری راہوں پر ڈال دیا، انکے اپنے مسائل تھے، ضروریات تھی اور تقاضے تھے۔

لیکن ایک عالم، قاری، ایک حافظ اور ایک مدرسہ مسجد کا انسان ہوتے ہوئے ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ ہم جہاں بھی ہوں، جس حال میں بھی ہوں، ہمارا سماج ومعاشرہ کسی بھی ڈگر پر دوڑ رہا ہو ہم بہت استقامت وثابت قدمی، بہت ایثار وخلوص اور للٰہیت کے ساتھ، بھٹکتے معاشرہ، بھٹکتے سماج، برباد ہوتی سوسائٹی، مغربیت زدہ نوجوان جس نے قرآن وحدیث کو فرسودہ سمجھ لیا ہے، جو یورپی ثقافت وتہذیب کا دلدادہ ہوگیا اسکو ہم راہ راست پر لانے کی فکر کریں ان کے درمیان جا کر بیٹھیں، انکے حالات کو دیکھیں اور سمجھیں، ضروریات کا جائزہ لیں اور بہت سنجیدگی سے اخلاص کے ساتھ انکے لئے ٹھوس محنتیں کریں۔

نقشہ کو تم نہ جانچو لوگوں میں جا کے دیکھو
کیا چیز جی رہی ہے کیا چیز مر رہی ہے

یہ ہی ہمارا منصب ہے، یہ ہی ہمارا عہدہ اور اسی بات کا قرآن وحدیث نے ہمیں ذمہ دار بنایا ہے آپ اس آیت کو بار بار پڑھئے ’’فَلَولَا نَفَرَمِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْآ اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ‘‘ سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ انکی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تا کہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں اور تا کہ یہ لوگ اپنی قوم کو جب کہ وہ انکے پاس آئیں ڈرائیں تا کہ وہ ڈر جائیں، علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا۔

کانپتا ہے دل تیرا اندیشہ طوفاں سے کیوں
نا خدا تو، بحر تو، کشتی بھی تو، ساحل بھی تو

وارثان نبوت! اس میں کوئی دورائے نہیں یہ روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ آج کے حالات، اس وقت کا معاشرہ، اور اس دور کی برائیاں، زمانہ جاہلیت سے زیادہ خطرناک ضرر رساں اور طاقتور ہیں کیوں کہ وہ جہالت ناخواندہ تھی، یہ جہالت خواندہ ہے، وہ سادہ تھی، یہ سائنٹیفک ہے، وہ عصبیت کی اسیر تھی، یہ منصوبہ بند ہے، وہ کسی نظریۂ فکر سے آزاد تھی اور یہ فکر ونظر سے عبارت ہے۔

اس کے مقابلے کیلئے ہمیں پیغمبری جذبات، پیغمبری آہ وبکا، پیغمبری خلوص، پیغمبری بے تابی، پیغمبری نالوں، پیغمبری بے قراریوں اور بے چینیوں کے ساتھ میدان میں آنے کی ضرورت ہے، اور سخت ترین ضرورت ہے اور جہاں بگاڑ ہے بلکہ عضو عضو مفلوج ہوگیا، زندگی کا ایک ایک گوشہ میں بگاڑ آچکا ہے اور گھر سے لیکر بازار تک، شادی سے غمی تک پیدائش سے موت تک، مسجد سے عدالت تک، عورتوں سے مردوں تک، کاروبار سے سیاست تک خانگی وعائلی زندگی سے پبلک لائف تک، جو خرابیاں ہیں اور صورت حال جس حد تک خراب ہو چکی ہے،

عموم بلوہ پھیل چکا ہے۔

مصحفی ہم تو سمجھے تھے کہ ہوگا کوئی زخم
تیرے دل میں بہت کام رفو کا نکلا

ایسے حالات میں ہمیں بلا کسی دعوت، بلا کسی اشتہار، بلا کسی تحریک، بلا کسی مطالبہ، بے غرض بندوں کو، امت کو آقا کی پیاری امت سمجھ کر، بے مطلب ہوکر دعوت دیں ان کے عقائد وایمانیات درست کریں انکے بچوں کو مکاتب، ومدارس سے مربوط کریں، عورتوں میں ایمانی بیداری لائیں انکے اجتماعات پر توجہ دیں، شعبۂ مکاتب کا نظم فرمائیں، قرآنی تفسیر کا ماحول بنائیں، گھروں میں فضائل اعمال منتخب احادیث اور دیگر ضروری کتابوں کی تعلیم کا بندوبست کریں، اسکول وکالجز، ہوسپٹل اور جیل خانوں تک اپنے اثر ورسوخ کی بنیاد پر دین پہنچائیں، اسکول کی تعطیل کے وقفہ میں وہاں کے مسلم بچوں سے ملاقات کریں، انہیں آسان انداز پر قرآن ودینیات اور اردو وغیرہ پڑھائیں انکے عقائد پر محنت کریں اور اسلام کا تعارف کرائیں تاکہ وہ اپنی زندگی میں کسی سے متأثر ومرعوب نہ ہوسکیں، کاروباری لوگوں سے ملیں، انہیں آسان تفاسیر، اردو اور ہندی وغیرہ کی کتب فراہم کرائیں، انہیں اسلامی تجارت کا طریقہ بتائیں، اسکی سعادتوں برکتوں اور کامیابیوں کا تعارف کرائیں، رسم ورواج کے خلاف ہم سینہ سپر ہوجائیں، حکمت وموعظت اور مجادلہ حسنہ سے اسکا مقابلہ کریں، ہم کمزور نہ بنیں کم ازکم زبان سے تو منع کرتے ہی رہیں اور دل میں برا نہ جانے اس کے ازالے کہ لئے بارگاہ ایزدی میں دعائیں کریں، شراب نوشی، سٹہ بازی، بیکاری، فیشن پرستی، شیطانی خواہشات کی تکمیل پر جو دولت لگ رہی ہے وقت ضائع ہورہا ہے ان پر پابندی لگائیں باقاعدہ اس پر احتساب کریں، غور فکر کریں اسپر اللہ تعالیٰ کے سامنے روئیں۔

جس طرح طاعون، ہیضہ، دماغی بخار اور عمومی آفات کے موقع پر ڈاکٹروں کی ٹیم، ایم، ڈی ڈاکٹروں کا قافلہ، ماہرین امراض کی جماعت شہروں سے نکل کر اپنی آرام دہ کوٹھیوں کو چھوڑ کر دیہاتوں میں نکل پڑتی ہے کیمپ لگاتی ہے، گھر گھر جاتی ہے اور مریضوں کو دیکھتی ہے، دوائیاں دیتی ہے، علاج کرتی ہے، ضرورت ہوتو پڑاو ڈالدیتی ہے، اپنے ہوسپٹلوں میں بلاتی ہے، اسی طرح ہمیں بھی نکل پڑنے کی ضرورت ہے، کیوں کے دینی حالات بہت ابتر ہوگئے، دین کا تصور مجروح ہوگیا، چند چیزوں کے اپنا نے کو دین سمجھ لیا اور ایک امبوہ کثیر کو تو معلوم ہی نہیں کہ دین کیا ہے، ایمان کیا ہے، وہ بیمار ہیں اور بہت بیمار ہیں، ہمیں خود انکی کفالت کرنی ہے ہمیں کسی اجر، کسی وقتی نفع، کسی سودمندی سے اوپر اٹھکر کام کرنا ہے۔

بھائیو! جس طرح ایک ماہر ڈاکٹر مریض کی بڑبڑاہٹ برداشت کرتا ہے، اسکے کپڑوں پر مریض قے کردے، کبھی ڈاکٹر کو مار بھی دے مگر ڈاکٹر اس کا علاج نہیں چھوڑتا ہمیں بھی امت کی طرف سے آنے والی ہر برائی ہر توہین کو برداشت کرکے کام کرنا ہے، اسی جذبہ اور تڑپ کے تحت مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے حضرت مولانا مسعود عالم ندویؒ کو عربوں میں دعوت کی ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا تھا۔

''دین کی تخم ریزی کیلئے اس کشت ویراں میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھیئے، حجت تمام کردیجئے، دن رات ایک کردیجئے، دل کو جلایئے اور بدن کو گھلایئے، دیدہ وخون جگر بہایئے، اور اس طرح بہایئے کہ دجلۂ فرات اپنی تنگ ظرفی اور کم مائیگی پر ماتم کریں، ایک ایک کا گریبان تھام کر کہئے کہ اے صحرائے عرب کے بھٹکے ہوئے آہو، عالم کی آبرو، اے ابراہیم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آرزو تو کہاں گم ہے؟ کیا سیدنا عمرؓ کی دعائے نیم شبی اور آہ سحر گاہی، مثنی بن حارثہ کے خون شہادت، ابوعبیدہ ثقفی کی پامالی اور استخواں شکنی، سعد بن ابی وقاص کی علم برداری، علی بن ابی طالب کی جگر سوزی، اشک ریزی اور خطابت اور تاثیر کی طوفان خیزی، آبرو شہیداں، جگر گوشۂ رسول کی تشنگی اور خاندان رسالت کے خون کی ارزانی، ابوحنیفہ کی دماغ سوزی، احمد بن حنبل کی تعزیر جرم عشق، ابن جوزی کی حمایت سنت، عبدالقادر جیلانی کی دردمندی کا حاصل صرف یہ کہ تو ائمۂ ضلالت کا ادنی غاشیہ بردار اور اسکی راہ کا غبار ہے عراق کے اس مقبرے میں صور پھونک دیجئے اور شور قیامت بپا کیجئے کہ۔ ع

گرفتہ چینیاں احرام مکی خفتہ در بطحا

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

حضرات سامعین عظام! میں صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ترقی کے اس دور میں، تعلیم کے اس شور میں اور مدارس کی اس کثرت میں بھی حضرت مجدد الف ثانی، حضرت میاں جی نور محمد صاحب کے علاقے میں، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے علاقہ میں، حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، کے علاقہ میں، حضرت مولانا محمود الحسنؒ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے علاقے میں، حضرت مولانا الیاس صاحبؒ، حضرت مولانا زکریا صاحبؒ کے علاقے میں، حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور حضرت مولانا انعام الحسنؒ کے علاقے میں، حضرت قاری طیب صاحبؒ، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رامپوریؒ کے علاقے میں، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ، حضرت مولانا سید شاہ ابرار الحقؒ کے علاقے میں، حضرت قاری صدیق صاحب باندویؒ حضرت مولانا سید اسعد مدنی کے علاقہ میں، حضرت مفتی محمد مظفر حسین صاحبؒ، حضرت مفتی عبدالعزیز صاحب رائے پوری کے علاقہ میں، خانقاہوں، دارالقضات، اسلامی تحریکات اور مکاتب و مدارس کے علاقہ میں، آج بھی بہت سے جنازہ الحاد وکفر کی حالت میں اٹھ رہے ہیں جس کی ایک زندہ تاریخ ہے آج عیسائی مشنریاں اسکولوں کے بہانے، ہوسپٹلوں کے راستہ اور خدمت خلق کے عناوین پر آپکے سرمائے کو گمراہ کر رہی ہے، آج بھی بدعات سینہ تانے کھڑی ہیں اور قادیانیت کے نام پر گھروں میں جو اسلامی لبادہ میں کفر کا پیغام پہونچایا جارہا ہے یہ اتنا خطرناک المیہ ہے اور ایسا نازک موڑ ہے کہ اگر ہم نے ذرا سی غفلت کی ہمارے طاؤس ورباب نے ہمیں آگے نہ بڑھنے دیا، ہمارے وقتی مفاد اس راہ میں حائل ہوئے تو روز محشر ہوگا اور یہ امت ہوگی اور ہمارے گریبان ہونگیں "وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً" لوگو اس فتنہ وآزمائش سے ڈرو جو صرف ظالمین ہی کو نہیں پہنچے گی۔

پاسبان ملت! میں نے بہت سمع خراشی کر ڈالی اور بہت سخت لہجہ اختیار کرلیا میں آپ کا بھائی ہوں آپ ہی کا ایک فرد، میں اسکی معافی بھی چاہتا ہوں آپ کی تشریف آوری پر آپ کو مبارک باد بھی پیش کرتا ہوں آپ نے اپنی مصروفیات سے ہمیں اپنا قیمتی وقت عطا فرمایا اس پر میں آپ کا احسان مند بھی ہوں اور آپ کی تعمیر وترقی کے لئے علم کے مقام ومنصب اور اسکی ذمہ داریوں کو سمجھنے سمجھانے اور پہنچانے کے لئے بارگاہ ایزدی میں دعاء گو ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔آمین

حضرات گرامی! لیکن ایک بات آخر میں پھر کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہمارا یہی کریم طبقہ ہمارے علماء، یہی قیمتی اثاثہ، یہی وارثان نبوت اگر اپنی روش سے ہٹ گیا اس نے مدرسہ کو مدرسہ نہ سمجھا وہاں خدمت کے جذبہ سے نہیں صرف ڈیوٹی اور خانہ پری کے حساب سے کام کیا، اس نے خوف وخشیت، ربانیت اور للّٰہیت کے جذبات کو اپنے اندر بیدار نہ کیا، اس نے حلال وحرام کا امتیاز ختم کردیا، یہ خود رسم ورواج کا اسیر ہوگیا اور اس کا نعرہ، اسکی سوچ، اسکی فکر بھی "لَامَوْجُودَ اِلَّا الْبَطْنُ لَامَسْجُودَ اِلَّا الرَّغِيْفُ لَا مَعْبُودَ اِلَّا الْمَالُ" ہوگئی کہ پیٹ ہی سب کچھ ہے، روٹی ہی مسجود ہے، مال ہی معبود ہے تو پھر ہم سے بڑا مجرم ہم سے بڑا دوشی کون ہوگا؟ علماء کا بگاڑ عالم کو بگاڑ کر رکھ دیتا ہے خواص کا فساد نظام عالم کو فاسد کردیتا ہے، علامہ اقبال نے اس کا رونا رویا تھا۔

باقی نہ رہی تری آئینہ ضمیری
اے کشتی سلطانی، وملائی وپیری

اور قرآن پاک نے یہودی شیوخ وعلماء کو متنبہ فرمایا" لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّونَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَاكَانُوا يَصْنَعُوْنَ" کہ انہیں انکے عابد وعالم جھوٹ باتوں کے کہنے اور حرام چیزوں کے کھانے سے کیوں نہیں روکتے، بیشک برا کام ہے، جو یہ کر رہے ہیں۔

محسنین ملت! یہ اجتماع ضرور کوئی عمدہ لائحہ عمل طے کر کے اٹھیں، امید کہ ہم اس مقصد میں کامیاب ہوں گے دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو بے حد قبول فرمائے آمین" رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْم "۔

اصلاحیات

دنیا کی محبت اور زندگی کی خواہشات

مولانا محمد عمر صاحب قاسمی مجاہد پوری

"وما الحیوة الدنیا الامتاع الغرور"(سورہ حدید پ۲۷/ رکوع ۱۹) اور دنیا کی زندگانی تو یہی ہے مال دغا کا۔(ترجمہ حضرت شیخ الہند)

قال صلی اللہ علیہ وسلم" حب الدنیا رأس کل خطیئةٍ" دنیا کی محبت تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔

انسان کی حالت یہ ہے کہ اول عمر میں کھیل چاہئے، پھر تماشہ، پھر بناؤ سنگار اور فیشن، پھر ساکھ بڑھانا اور نام ونمود حاصل کرنا پھر جب موت کے دن قریب آئیں تو مال واولاد کی فکر کہ پیچھے میرا گھر بنا رہے اور اولاد آسودگی سے زندگی بسر کرے، مگر یہ سب ٹھاٹھ فنا اور زائل ہونے والے ہیں، جیسے کھیتی کی رونق وبہار چندروزہ ہوتے ہیں، پھر زور پڑ جاتی ہے، آدمی اور جانور اس کو روندکر چورا کر دیتے ہیں، اس شادابی اور خوبصورتی کا نام ونشان نہیں رہتا، یہی حال دنیا کی زندگانی اور اس کے ساز وسامان کا سمجھو کہ وہ درحقیقت ایک دغا کی پونجی اور دھوکے کی ٹٹی ہے، آدمی اس کی عارضی بہار سے فریب کھا کر اپنا انجام تباہ کرلیتا ہے، حالانکہ موت کے بعد یہ چیزیں کام آنے والی نہیں، وہاں کچھ اور ہی کام آئے گا، یعنی ایمان اور عمل صالح جو شخص دنیا سے یہ چیز لے کر گیا سمجھو بیڑا پار ہے، یعنی آخرت میں اس کے لیے مالک کی خوشنودی اور رضامندی ہے اور جو ایمان کی دولت سے خالی ہاتھ رہا اور کفر وعصیان کا بوجھ لے کر پہنچا اس کے لیے سخت عذاب ہے، اور جس نے ایمان کے باوجود اعمال میں کوتاہی کی اس کے لیے جلد یا دیر دھکے مکے کھا کر معافی ہے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "الدنیا سجن المومن وجنت الکافر" (مسلم شریف) دنیا مومن کا قیدخانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔

دنیا کے لغوی معنی ہیں قریب ہونا اور عرف میں اس حالت کا نام ہے جو موت سے پہلے ہے اور شریعت میں خاص اس حالت کا نام ہے جو آخرت سے غافل ہے۔

دنیا کے تمام جھگڑوں، بکھیڑوں، مخلوقات اور موجودہ چیزوں کے ساتھ تعلق رکھنے کا نام دنیا کی محبت ہے، البتہ علم اور معرفت الٰہی اور نیک کام جن کا ثمرہ مرنے کے بعد ملنے والا ہے، ان کا وقوع اگرچہ دنیا میں ہوتا ہے مگر درحقیقت وہ دنیا سے مستثنیٰ ہے اور ان کی محبت دنیا کی محبت نہیں بلکہ آخرت کی محبت ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ہم نے دنیا کی تمام چیزوں کو زمین کی زینت کا سامان بنایا ہے، تاکہ لوگوں کو آزمائیں کہ کون ان پر فریفتہ ہو کر آخرت کو ضائع کرتا ہے، اور کون بقدر ضرورت سفر کا توشہ سمجھ کر اپنی آخرت کو سنوارتا ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:" قل ان آباء کم وابناء کم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارة تخشون کسادھا ومساکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لایھدی القوم الفاسقین".(سورہ توبہ رکوع ۹/پارہ ۱۰)

اے محمد! آپ کہہ دیجئے گا کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا اندیشہ ہو اور وہ گھر

جن (میں رہنے) کو تم پسند کرتے ہو (اگر یہ چیزیں) تم کو اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیار ہو تو تم منتظر رہو، یہاں تک کہ اللہ تعالی اپنا حکم بھیج دیں اور اللہ تعالی بے حکمی کرنے والوں کو ان کے مقصد تک نہیں پہنچاتا۔ (ترجمہ حضرت تھانوی)

ان اشیاء کا زیادہ پیارا ہونا جو برا ہے مراد اس سے وہ محبت ہے جو احکام الہیہ پر عمل کرنے سے باز رکھے، میلان طبعی مراد نہیں بلکہ یہاں پر وعید اس پر ہے کہ یہ چیزیں اللہ اور رسول اور ان کے حکموں سے زیادہ محبوب ہیں اور اگر یہ چیزیں کسی درجہ میں محبوب تو ہوں لیکن اللہ اور رسول سے زیادہ محبوب نہیں تو ان پر وعید نہیں۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا" زين للناس حب الشهوات من النساء والبنين والقناطر المقنطرة من الذهب والفضة والخيل المسومة والانعام والحرث ذلك متاع الحيوة الدنيا والله عنده حسن الماب "(سورہ آل عمران رکوع ۱۰/ پارہ ۳)

فریفتہ کیا ہے لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے جیسے عورتیں اور بیٹے اور خزانے جمع کئے ہوئے، سونے اور چاندی کے اور گھوڑے نشان لگائے ہوئے اور مویشی اور کھیتی یہ فائدہ اٹھانا ہے دنیا کی زندگی میں اور انہیں کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہند)

مراد یہ ہے کہ یہ محبت ومیلان اکثر حالات میں فتنہ کا سبب ہوجانے کی وجہ سے ڈر کی چیز ہے، چونکہ لوگوں کے مزاج مختلف ہوتے ہیں، اس لیے مختلف چیزیں بیان فرمائیں، کسی کو عورتوں سے زیادہ محبت ہوتی ہے اور کسی کو اولاد سے، کسی کو سونے چاندی سے، کسی کو گھوڑوں سے، کسی کو بیلوں اور کھیتی باڑی سے، کسی کو اولاد کی اولاد سے ایسی چاہت ہوتی ہے کہ دن رات اسی دھن میں رہتے ہیں کہ بیٹا ہو پوتا ہو، پڑپوتا ہو، بعض لوگوں کو بیلوں اور گھوڑوں وغیرہ سے ایسی محبت ہوتی ہے کہ زمین وجائیداد بھی غارت کر بیٹھتے ہیں۔

بہر حال اللہ تعالی نے مرغوب ومحبوب چیزوں کی فہرست بیان فرمادی اور بتلایا کہ یہ سب دنیوی زندگی میں استعمال کی چیزیں ہیں، اس کے بعد فرمایا ان سے بھی اچھی چیز اللہ تعالی کے پاس ہے جو مرنے کے بعد کام آئے گی، حدیث شریف میں ہے:"لو كانت الدنيا تعدل عندالله جناح بعوضة ماسقى كافراً منها شربة ماءٍ "اگر اللہ تعالی کے نزدیک دنیا کی قدر مچھر کے پر برابر ہوتی تو اللہ تعالی کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ دیتے۔

دنیاوی زیب وزینت پر کامیابی کا دارومدار نہیں:

اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:" ولولا ان تكون الناس امة واحدة لجعلنا لمن تكفربالرحمن بيوتهم ابواباً وسرراً عليها يتكؤن وزخرفا، وَان كل ذلك لما متاع الحيوة الدنيا والاخرة عندربك للمتقين"۔(سورہ زخرف رکوع ۹/پارہ ۲۵)

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ہو جائیں گے ایک دین پر تو ہم دیتے ان لوگوں کو جو منکر ہیں رحمان سے ان کے گھروں کے واسطے چھت چاندی کی اور سیڑھیاں جن پر چڑھیں اور ان کے گھروں کے واسطے دروازے اور تخت جن پر تکیہ لگا کر بیٹھیں اور سونے کے اور یہ سب کچھ نہیں ہے مگر برتنا دنیا کی زندگانی کا اور آخرت تیرے رب کے یہاں ان ہی کے لیے ہے جو ڈرتے ہیں۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

یعنی اللہ کے یہاں اس دنیوی مال ودولت کی کوئی قدر نہیں، نہ اس کا دیا جانا کچھ قرب ووجاہت عنداللہ کی دلیل ہے یہ تو ایسی بے قدر اور حقیر چیز ہے کہ اگر ایک خاص مصلحت مانع نہ ہوتی تو اللہ تعالی کافروں کے مکانوں کی چھتیں، زینے، دروازے، چوکھٹ اور تخت وچوکیاں سب چاندی اور سونے کی بنا دیتا، مگر اس صورت میں لوگ یہ دیکھ کر کہ کافروں ہی کو ایسا سامان ملتا ہے، عموماً کفر کا راستہ اختیار کر لیتے (الا ماشاء اللہ) اور یہ چیز مصلحت خداوندی کے خلاف ہوتی اس لیے ایسا نہیں کیا گیا ''والاخرۃ'' سے ارشاد فرمایا کہ دنیا کی بہار میں سب شریک ہیں مگر آخرت ہمیشہ رہنے والی تمام نعمتوں کے ساتھ خدا تعالی سے ڈرنے والوں کے لیے مخصوص ہے۔

حضرت معروف کرخیؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کا لفظ دنائت سے نکلا

ہے جس کے معنی ہیں خواری، ذلت، کمینگی، اسی سے اندازہ لگا لو کہ دنیا کیا چیز ہے، نیز آپ کا مقولہ ہے کہ حب دنیا کو ترک کرو؛ کیونکہ اگر دنیا کی ذراسی چیز بھی تمہارے دل میں ہوگی تو سجدہ کرنے میں بھی تم اسے فراموش نہیں کرسکو گے۔

حضرت شفیق بلخی کا بیان ہے کہ عقل مند وہ ہے جو دنیا سے دست بردار ہوجائے، قبل اس کے کہ دنیا اس سے دست بردار ہوجائے، حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں جو شخص دنیا کی خواہشات سے اپنے دل کو مردہ بنالے، اسے لعنت کے کفن میں لپیٹو اور ندامت کی سرزمین میں دفن کردو اور جو شخص نفس کو خواہشات سے باز رکھے اسے رحمت کے کفن میں لپیٹو اور سلامتی کی سرزمین میں دفن کردو۔

یہ سب کچھ اپنی جگہ صحیح ہے تاہم انسان یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ اگر دنیا اتنی ہی قابل نفرت جگہ تھی تو اللہ تعالی نے ہمیں یہاں بھیجا ہی کیوں اور خواہشات کو پورا کرنے سے لازماً نفس میں خرابیاں ہی پیدا ہوتی تھیں تو پھر انہیں بالکلیہ حرام کیوں نہ کردیا گیا۔

بحیثیت مسلمان ہمارا ایمان یہ ہے کہ زندگی گذارنے کا بہترین انداز وہی ہے جو خدا کے برگزیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کئے رکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ آپ نے انسان کی طبعی خواہشات کا گلا گھونٹ کر زندگی نہیں گزاری تھی یہی نہیں بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے اگر کسی نے ضرورت سے زیادہ زہد اختیار کرنے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس بات پر ٹوکا بھی، حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے بارے میں خبر دی گئی ہے کہ میں کہتا ہوں کہ خدا کی قسم جب تک میں زندہ رہوں، دن بھر روزے رکھا کروں گا اور رات بھر کھڑا عبادت کیا کروں گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں مجھ سے دریافت فرمایا، میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نے ایسا کہا ہے'' آپ نے فرمایا کہ تم اس کی طاقت نہیں رکھتے (کہ ہمیشہ دن بھر روزے رکھا کرو اور رات بھر کھڑے ہو کر عبادت کیا کرو) پس تم روزہ رکھا کرو اور افطار بھی کیا کرو اور (رات کو عبادت کے لیے) کھڑے ہوا کرو اور سو بھی جایا کرو اور (آپ نے مجھے تلقین فرمائی کہ) ایک مہینے میں تین (نفلی) روزے رکھا کرو (بخاری شریف) صحاح ستہ میں متعدد مقامات پر ایسی آحادیث آئی ہے جن سے پتہ چلتا ہے کہ حضور اکرمؐ نے عبادت شاقہ کو اپنے اوپر لازم کرنے والوں کو ٹوکا اور انہیں سمجھایا کہ تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے گھر والوں کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ اپنے بدن کو آرام بھی دو اور اپنے متعلقین کو بھی وقت دو، ایسے ہی جب کسی نے چاہا کہ عبادت وریاضت میں مصروف رہنے کے لیے تجرد کی زندگی اختیار کرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنا ناپسند فرمایا اور اسے اپنی سنت کے خلاف قرار دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے اور میرے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یہ ایسی عورت ہے جو سوتی نہیں اور نماز پڑھتی رہتی ہے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اتنا ہی عمل اختیار کرو جتنے کی طاقت ہو خدا کی قسم اللہ (ثواب دینے سے) نہیں تھکے گا مگر تم (طاقت سے زیادہ عبادت کرو گے تو) تھک جاؤ گے۔ (مسلم شریف)

کتب احادیث اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی کتابیں پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا کی خواہشات کی وہ محبت جو نفس انسانی میں خرابی پیدا کرتی ہے اور زندگی سے قدرتی لگاؤ اور عام طبعی خواہشات کو جائز حدود کے اندر پورا کرنا ایک بالکل دوسری چیز ہے اور یہ ہرگز ضروری نہیں کہ جو انسان زندگی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہو اور اللہ تعالی کی عطا کردہ نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہو وہ لازماً دنیا پرست اور خواہش پرست ہی بن جائے۔

اللہ تعالی نے انسان کو اس زمین میں بھیجا تاکہ وہ زمین میں خدا کا

خلیفہ بن کر رہے، اس کی بندگی کرے اور اپنی آخرت کی زندگی کی بہتری کا سامان کرے، لہٰذا دنیا میں اس کے لیے میدان عمل ہے اور اگر وہ اپنے ذمہ لگے ہوئے عمل سے واقعی دلچسپی رکھتا ہے تو اسے میدان عمل میں کچھ نہ کچھ لگاؤ ضرور پیدا ہو جائے گا اور دنیا کے ساتھ اس طبعی لگاؤ کو دنیا پرستی نہیں کہا جا سکتا، ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر کچھ کمزوریاں بھی رکھی ہیں، اسے بھوک پیاس لگتی ہے، لہٰذا اسے کھانے پینے کی ضرورت ہے وہ تھک جاتا ہے، لہٰذا اسے آرام کرنے اور سونے کی ضرورت ہے، وہ معاشرتی حیوان ہے اسے دوسرے انسانوں کی رفاقت اور محبت درکار ہے، وہ طبعاً حسین اور خوبصورت چیزوں کو پسند کرتا ہے، لہٰذا وہ مجبور ہے کہ اشیاء کو بہتر سے بہتر شکل میں لانے کی کوشش کرتا رہے۔

اس کی زندگی میں نشیب وفراز، سردی گرمی، دکھ سکھ آتے چلے جاتے ہیں، لہٰذا اس کے لیے اس کے سوا چارہ نہیں کہ حالات کی دھوپ چھاؤں کا مقابلہ کرنے کے لیے پہلے سے کچھ پیش بندی کرتا رہے۔

اب اگر وہ ان طبعی ضروریات اور خواہشات کو جائز حدود کے اندر پورا کرتا رہے تو اسے دنیا پرستی اور خواہشات پرستی نہیں کہا جا سکتا، حدیث میں ہے "نعم المال الصالح للرجل الصالح" نیک آدمی کے لیے حلال مال بہتر ہے، ایسی حالت میں وہ مال اقارب کو دیں گے، ضروریات دین میں چندہ دیں گے، لوگوں کی مدد کریں گے، اور اگر دل میں مال کی محبت ہے تو اوروں کے حقوق دبا دیں گے۔

خوب سمجھ لیجئے! دنیا کی مثال آخرت کے سامنے سرائے جیسی ہے، اس لیے دنیا کی مصلحت ومنفعت بھی ایک درجہ میں مطلوب ہے، اور شریعت نے بھی اجازت دی ہے، مقصود یہ ہے کہ آخرت ایک بازار ہے اور اس کا سکہ اعمال ہیں، اگر یہ سکہ کھوٹا ہوگا تو آدمی کس چیز سے وہاں کی نعمتیں خریدے گا، ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ دنیا کی سرائے میں لگائے چلے جاتے ہیں، تو ہماری حالت اس مسافر جیسی ہے جس نے ساری کمائی سرائے کی کوٹھری میں لگا دی اور گھر گئے تو کچھ بھی نہ تھا، بے شک دنیا ہمارا گھر نہیں سرائے ہے۔

ہمارا گھر دارالسلام ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "لھم دارالسلام عندربھم وھو ولیھم بما کانوا یعملون"۔ (سورۃ انعام رکوع ۲/ پارہ ۸)

انہی کے لیے سلامتی کا گھر ہے اپنے رب کے ہاں اور وہ ان کا مددگار رہے، بسبب ان کے اعمال کے۔ (ترجمہ شیخ الہند)

یعنی جو اسلام اور فرمانبرداری کے صحیح راستہ پر چلے گا وہ سلامتی کے گھر پہنچے گا اور خدا اس کا ولی اور مددگار ہوگا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "وماارتیتم من شیئ فمتاع الحیوۃ الدنیا وزینتھا وماعنداللہ خیروابقی افلا تعقلون"۔ (سورۃ القصص رکوع ۹/پارہ ۲۰)

اور جو تم کو ملی ہے کوئی چیز سو فائدہ اٹھا لینا ہے دنیا کی زندگی میں اور یہاں کی رونق ہے اور جو اللہ کے پاس ہے سو بہتر ہے اور باقی رہنے والا کیا تم کو سمجھ نہیں۔

یعنی آدمی کو عقل سے کام لے کر اتنا سمجھنا چاہئے کہ دنیا میں کتنے دن جینا ہے اور یہاں کی بہار اور چہل پہل کا مزہ کب تک اٹھا سکتے ہو، فرض کرو دنیا میں عذاب بھی نہ آئے تاہم موت کا ہاتھ تم سے یہ سب سامانی جدا کر کے رہے گا، پھر خدا کے سامنے حاضر ہونا اور ذرہ ذرہ عمل کا حساب دینا ہے، ارشاد ربانی ہے "وان الدار الآخرۃ لھی الحیوان لو کانوا یعلمون"۔ (سورہ عنکبوت ع ۳/پارہ ۲۱)

اور اصل زندگی عالم آخرت ہے اگر ان کو اس کا علم ہوتا تو ایسا نہ کرتے۔ (ترجمہ حضرت تھانوی)

حاصل کلام:

حب دنیا وحب خواہشات سے مراد وہ محبت ہے جو احکام الٰہیہ پر عمل کرنے سے باز رکھے، کسی اہل دل نے کیا خوب کہا ؎

چیست دنیا از خدا غافل بودن ❁ نے قماش ونقرہ وفرزند وزن

یعنی درحقیقت دنیا مال ودولت زن وفرزند کا نام نہیں؛ بلکہ دنیا اس حالت کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ سے غافل کردے۔

❁❁❁❁❁

تبصرے

نئی کتابوں پر تبصرہ

حافظ عبدالستار عزیزی مدیر انتظامی ماہنامہ نقوش اسلام

نام کتاب: قرآن سے استفادہ کس طرح کیا جائے
افادات: مولانا محمد عارف سنبھلی ندوی
مرتب: مولانا عبدالقادر بن عبدالصمد ندوی
صفحات: ۴۰/
قیمت: ۲۰/روپئے
ناشر: صدق فاؤنڈیشن خاتون منزل، حیدمرزا روڈ، گولہ گنج لکھنؤ

زیر تبصرہ کتاب حضرت مولا نا محمد عارف صاحب سنبھلی ندویؒ سابق استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا ایک محاضرہ ہے جو مولا نا موصوف نے ۱۵/صفر المظفر ۱۴۲۷ھ کو دارالعلوم ندوۃ العلماء کے طلبہ کے سامنے ’’قرآن سے استفادہ کس طرح کیا جائے‘‘ کے عنوان سے پیش کیا تھا، مولانا موصوف کو فن تفسیر کا خاص ذوق ہی نہیں بلکہ ذائقہ حاصل تھا اور وہ ہر وقت قرآن کریم کی تفسیر وتشریح کے سلسلہ میں غور خوض کرتے رہتے تھے، اور تفسیر کے سلسلہ میں ان کا مطالعہ نہایت وسیع تھا، مرتب کتاب مولانا عبدالقادر صاحب ندوی نے مولانا کے مختصر سوانحی خاکہ کے ساتھ ساتھ ان کے ذوق علمی، فن تفسیر میں دستگاہ، طرز تدریس اور متعلقہ موضوع پر عالمانہ ومفسرانہ گفتگو کے نکات بھی جمع کر دیئے، اس کے بعد مولانا کا یہ قیمتی اور علمی محاضرہ مرتب ومنضبط کرکے اس کی اشاعت کا فریضہ انجام دیا، اس پر مرتب موصوف مبارک بادی اور شکریہ کے قابل ہیں کہ انہوں نے اپنے استاذ کا کچھ نہ کچھ حق ادا کرنے کی کوشش کی، اللہ تعالی موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

حضرت مولانا عارف صاحب کی ایک شناخت تھی، زندگی میں سادگی، ملاقات میں تواضع، نہ ظاہری رکھ رکھاؤ، نہ ہی کسی چیز میں دخل اندازی اور نہ دوسروں کے مقابلہ میں اپنے امتیاز کو ظاہر کرنے کی خواہش، لیکن اس کے ساتھ عقیدہ میں حد درجہ پختگی جس میں وہ مرجع کی حیثیت رکھتے تھے، مولانا موصوف کی تصانیف میں کئی اہم کتابیں بھی ہیں، یہ کتاب بھی حضرت مولانا کے باقیات الصالحات میں ایک اضافہ اور ان کی علمی صلاحیت کا ایک انکشاف اور قرآن کریم سے استفادہ کا ذوق رکھنے والوں کے لیے ایک بہترین شاہکار ہے، کتابت وطباعت عمدہ، معیاری اور ٹائٹل بھی جاذب نظر اور دلکش ہے، اللہ تعالی قبول فرمائے اور اس کے افادے کو عام فرمائے۔

نام کتاب: تزکیہ نفس اوراد ووظائف کے ذریعہ
تالیف: امام حسن البناء شہیدؒ
صفحات: ۱۰۴/ **قیمت:** ۳۵/روپئے
ناشر: معہد حسن البناء شہید پوسٹ بکس ۱۳/ بھٹکل، کرناٹک

زیر تبصرہ کتاب ’’تزکیہ نفس‘‘ امام حسن البناء شہیدؒ کی عربی کتاب ’’الماثوارت‘‘ کا اردو ترجمہ ہے، یہ کتاب ایک عرصہ قبل مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور (پاکستان) سے چھپی تھی، اب پہلی مرتبہ ہندوستان میں معہد امام حسن البناء شہید بھٹکل کی طرف سے اس کی اشاعت ہوئی ہے، امام حسن البناء شہید عالم اسلام کی سب سے طاقتور اور مؤثر اسلامی تحریک ’’الاخوان المسلمون‘‘ کے بانی مبانی اور مرشد تھے، وہ ایک عہد آفریں شخصیت کے مالک تھے، صدیوں سے عالم عرب میں ایسی شخصیت پیدا نہیں ہوئی تھی، وہ ایک جامع ترین شخصیت، پختہ کار عالم، زبردست مجاہد اور ماہی بے آب کی طرح تڑپتا دل رکھنے والے بے نظیر داعی تھے، وہ تزکیہ نفس اور روحانی تربیت کو دعوت کی کامیابی کے لیے شاہ کلید سمجھتے تھے، خود بھی شدت سے اس پر عامل تھے، اور اپنے شاگردوں اور رفقاء کی اسی بنیاد پر تربیت بھی کرتے تھے، زیر نظر رسالہ اسی کا آئینہ دار ہے۔

دراصل امام حسن البناء کی یہ کتاب اوراد ووظائف کا مجموعہ ہے، رمضان ۱۳۵۵ھ میں لکھی گئی اس کتاب میں جو ’’کلمہ خیر‘‘ پیش لفظ کی جگہ ہے اس میں خود مصنف لکھتے ہیں کہ ’’ہم ’’الاخوان المسلمون‘‘ کی خدمت میں وظائف واذکار کا یہ مجموعہ پیش کرتے ہیں، یہ صرف ان کے لیے مخصوص نہیں ہے، بلکہ تمام مسلمان اس سے استفادہ کر سکتے ہیں، اور یقیناً یہ مجموعہ ان کے لیے حد درجہ سودمند ثابت ہوگا، یہ وظائف صبح اور شام کسی وقت بھی اجتماعی ضرورت میں یا انفرادی طور پر پڑھے جا سکتے ہیں، جو شخص یہ تمام اذکار پڑھ نہ سکے اسے کچھ نہ کچھ ضرور پڑھ لینا چاہئے‘‘۔

اصل کتاب کے اخیر میں بطور ضمیمہ امام حسن البناء اور آپ کی قائم کردہ تحریک ’’الاخوان المسلمون‘‘ کے بارے میں مختصر مگر اہم معلومات بھی ہے جس کو مولانا عبدالحمید اطہر ندوی نے سلیقہ سے جمع کیا ہے، جس سے کتاب کی افادیت دوگونہ ہو جاتی ہے، اس کتاب کو مولانا محمد ناصر اکرمی بھٹکلی نے بڑے اہتمام سے خوبصورت انداز میں اپنے ادارے معہد امام حسن البناء شہید سے شائع کیا ہے، اس پر مولانا موصوف قابل مبارک باد ہیں، کتابت وطباعت عمدہ ہے اس لیے تمام مسلمانوں کے لیے کام کی چیز ہے، اللہ تعالی قبول فرمائے اور اس کی افادیت کو عام اور تام فرمائے۔

حالات حاضرہ

عالمی خبریں News World

حافظ عبدالستار عزیزی

ممبئ میں مسابقہ حفظ وقرأت

۱۰/۱۱/اپریل ۲۰۰۸ءکو حج ہاؤس ممبئ میں ادارہ دعوت السنۃ کا نواں کل ہند مسابقۃ القرآن ہوا، جس میں ملک کے کثیر حفاظ وقراء حضرات نے شرکت کی، مرکز احیاء الفکرالاسلامی کے دو طالب علم بھی اس پروگرام میں حصہ لینے کے لیے ممبئ گئے اور دونوں طالب علموں نے پروگرام میں مشارکت کی، ان کے ہمراہ مرکز کے ایک استاذ مولانا حمید اللہ قاسمی بھی تھے۔

مرکز میں ششماہی امتحانات

مرکز کے تحت چلنے والے دونوں اداروں میں گزشتہ ماہ ششماہی امتحان کی گرما گرمی رہی، جامعہ فاطمۃ الزہراء میں مورخہ ۲۰/اپریل بروز اتوار سے امتحانات کا آغاز ہوا، جبکہ جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ میں یہ امتحانات مورخہ ۲۳/اپریل بروز منگل سے شروع ہوئے، واضح رہے کہ ان دونوں اداروں کے امتحانات ایک ساتھ جمعرات ۲۴/اپریل کو پورے ہوئے، اس کے بعد ایک ہفتہ تک دونوں اداروں میں تعطیل عام رہی، البتہ مرکز کے دفاتر کھلے رہے۔

مرکز سے دو کتابوں کی اشاعت

مرکز احیاء الفکرالاسلامی کے شعبہ دارالبحوث والنشر سے حال ہی میں دو کتابوں کی اشاعت ہوئی ہے: ایک کتاب ''مکتوبات اکابر'' کے نام سے جس میں ۲۰/ بزرگوں کے خطوط ہیں، جو مرکز کے رئیس مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کے نام آئے تھے۔

دوسری کتاب ''مقالات ومشاہدات'' کے نام سے، جس میں مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کے ماہنامہ نقوش اسلام میں لکھے گئے اداریئے اور دوسرے مختلف مواقع پر لکھے گئے ۲۷/مضامین ومقالات شامل ہیں۔

سیکورٹی اور اہلکاروں کی مثالی ایمانداری

دبئ- ۲۸/اپریل اجمن سٹی سینٹر میں کام کرنے والے ایک صفائی اور سیکورٹی نے ایمانداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ۲/کروڑ ۲۰/لاکھ روپئے سے بھرا ہوا ایک بیگ حقیقی مالک تک پہنچایا، ایڈولیا کو جو اس مال میں گزشتہ ۴/ماہ سے ملازم ہے، صفائی کے دوران ایک میز کے نیچے ایک بیگ پڑا ملا، یہ بیگ اس نے مال کے سیکورٹی گارڈ حامد رضا عباسی کو سونپ دیا، جب ان دونوں نے بیگ کھولا تو اس بیگ میں تقریباً ۵۰/لاکھ روپئے نقد اور باقی رقم چیکوں کی شکل میں موجود تھی، یہ بیگ بعد میں پولیس کو دے دیا گیا، جس نے اس کے حقیقی پاکستانی مالک کے حوالے کردیا، اجمن سٹی سینٹر کے جنرل منیجر جسیم الخواجہ نے بتایا کہ سٹی سینٹر کی طرف سے دونوں کو پندرہ پندرہ سو درہم انعام دیا گیا۔

وفیات

۲۶/اپریل بروز بار کو دارالعلوم وقف دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا انظر شاہ صاحب کا دہلی میں انتقال ہوگیا ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کے جسد خاکی کو دہلی سے اسی دن ۶/بجے شام کو دیوبند ان کی رہائش گاہ بیت الحکمۃ پر لایا گیا، اور پونے آٹھ بجے تجہیز وتکفین کے بعد میت کو دارالعلوم دیوبند کے احاطہ مولسری میں لائی گئی جہاں قطار در قطار نم آنکھیں مرحوم کے آخری دیدار کے لیے موجود تھیں۔

آپ کی نماز جناب وقف دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اور مسلم پرسنل لا بورڈ کے نائب صدر مولانا محمد سالم صاحب قاسمی نے پڑھائی، نماز جنازہ میں تقریباً ۱۵/ہزار لوگوں کا جم غفیر موجود تھا، اس کے بعد آپ کو مزار انوری میں ان کے والد محترم کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔

۲۸/اپریل بروز پیر ۲۰۰۸ءکو ماہنامہ نقوش اسلام کے رکن ادارت مولانا حمید اللہ قاسمی کبیر نگری کے ایک خاص عزیز جناب عبدالقادر صاحب (پولی، ضلع سنت کبیر نگر) کا ممبئ میں انتقال ہوگیا ہے۔

موصوف ایک طویل عرصے سے بیمار تھے، مولانا حمید اللہ قاسمی کا ان سے بہت اچھا تعلق تھا، ابھی ممبئ کے سفر کے دوران مولانا نے ان سے ملاقات کرکے ان کی مزاج پرسی بھی کی تھی؛ لیکن یہ کیا معلوم تھا کہ ان کی یہ آخری ملاقات ہے، موصوف نہایت ہی خلیق، ملنسار اور مدبر انسان تھے، بڑوں اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت ومحبت کا معاملہ فرماتے تھے۔

اللہ تعالی ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

خوشخبری

جنت میں اپنا گھر بناؤ

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد ضلع سہارنپور (یوپی) کے ادارہ جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ کی جامع مسجد کی تعمیر کا کام جاری ہے، اس لیے خاص طور سے مخیّرین حضرات اس کی طرف توجہ فرمائیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ جس شخص نے مسجد بنوائی یا مسجد کے بنوانے میں حصہ لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک عالیشان عمارت تیار کردیتے ہیں، جیسا کہ حدیث کے الفاظ ہیں: "من بنی للہ مسجدا بنی اللّٰہ لہ بیتاً فی الجنۃ" جس نے اللہ کے واسطے کوئی مسجد بنائی تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے ایک گھر تعمیر کرتے ہیں۔

یہ بات طے شدہ ہے کہ جس شخص نے مسجد تعمیر کروائی یا اس میں کسی طریقے سے مالی امداد کی تو مرنے کے بعد یہی وہ چیز ہے جو فائدہ پہنچائے گی؛ کیونکہ انسان کے مرنے کے بعد دنیا کے سارے تعلقات اور اعمال یکسر ختم ہوجاتے ہیں، صرف تین چیزیں رہ جاتی ہیں جن سے بندے کو مرنے کے بعد فائدہ پہنچتا ہے، ان میں سے ایک صدقہ جاریہ بھی ہے "یعنی کسی مسجد کا بنوانا یا اس میں مالی امداد کرنا وغیرہ" لہٰذا اس جامع مسجد میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر صدقہ جاریہ میں شامل ہوں، جو آپ کے مرنے کے بعد کام آئے گا۔

اس لیے تمام حضرات سے مخلصانہ درخواست کی جاتی ہے کہ مذکورہ بالا حدیث کی روشنی میں جو حضرات اپنا گھر جنت میں بنانا چاہتے ہوں تو وہ اس مسجد میں دل کھول کر تعاون فرمائیں، تعاون چاہے نقد سے ہو، سیمنٹ یا سریا، یا اینٹ وغیرہ کے ذریعہ ہو، جس میں سہولت ہو مدد فرمائیں اور جنت میں اپنا گھر بنوائیں۔

مسجد کا سائز 52×46=2392 جس کا تخمینہ Estimate 1076400=00 Rs. روپئے ہے

خوشخبری

صدقہ جاریہ میں حصہ لیجئے!

مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے تحت چلنے والے ادارہ

"جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ"

Jamiatul Imam Abil Hasan Al-Islamia

میں مختلف درسگاہیں **Class Rooms** تعمیر ہو رہے ہیں، اہل خیر حضرات سے اپیل ہے کہ اس تعمیر میں دل کھول کر حصہ لیں، ایک یا چند درس گاہیں، یا کمرے اپنے اعزہ کے ایصال ثواب کے لیے یا اپنے لیے صدقہ جاریہ کے طور پر تعمیر کرائیں، یا حتی المقدور جزوی تعاون، سریا، سمینٹ، اینٹ وغیرہ کے ذریعہ سے فرمائیں۔

مختلف سائز Size کی درسگاہوں اور کمروں کا تخمینہ Estimate پیش ہے۔

Total	Amountm.Per 1Class Room	Rate sq.ft.	Room Size sq.ft.	S.No.
2	126000-00	450	280-00	1
2	88200-00	450	196-00	2
1	135000-00	450	300-00	3
1	100800-00	450	224-00	4
4	93600-00	450	208-00	5
4	68250-00	350	195-00	6
Total 1311600=00 Rs.				

چیک یا ڈرافٹ پر یہ لکھیں Markazu Ihyail Fikril Islami

Markazu Ihyail Fikril Islami Muzaffarabad.
Saharanpur(U.P)Pin.247129. Ph.0132-2775452